آسمانِ رسالت ہدایت کے نجومِ تاباں کا زریں سلسلہ - ۵

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ

الدین کا خصوصی شمارہ

بہ عنوان

# ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

بیادگار

محسنِ قوم وملت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ هذا)

حسبِ ایماء

حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ

(مہتمم جامعہ هذا)

مجلسِ مشاورت

- حضرت مولانا احمد بزرگ سملکی (مہتمم جامعہ هذا)
- حضرت مفتی ابوبکر صاحب پٹنی (استاذ جامعہ هذا)
- حضرت مفتی معاذ صاحب بمبوی (استاذ جامعہ هذا)

مجلسِ ادارت

- عبدالرحیم کشمیری
- ثناء اللہ ایم پی
- طاہر ٹنکاروی

ناشر

**شعبۂ تقریر و تحریر**

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

# تفصیلات


| | | |
|---|---|---|
| کتاب کا نام | : | ازواج مطہرات |
| کاوش | : | طلبۂ جامعہ ڈابھیل |
| زیر سرپرستی | : | حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم |
| حسب ایماء | : | حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی |
| صفحات | : | ۴۸۰ |
| سن اشاعت | : | رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/ اپریل ۲۰۱۸ء |
| ناشر | : | شعبۂ تقریر و تحریر، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل |

۴

# اُمّ المومنین حضرت حفصہ بنتِ عمر رضی اللہ عنہا

# سوانحی خاکہ

نام : اُمّ المؤمنین سیدہ حفصہؓ۔

والد کا نام : عمر بن خطابؓ۔ والدہ کا نام: زینب بنتِ مظعونؓ۔

قبیلہ : قریش کی شاخ بنو عدی۔

ولادت : تعمیر بیت اللہ والے سال بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل۔

پہلا نکاح : نبوت کے ساتویں یا آٹھویں سال حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ سے۔

دوسرا نکاح : ۳ھ، بیس سال کی عمر میں حضور ﷺ سے۔

مقدار مہر : چار سو درہم۔

مدت رفاقت : تقریباً ساڑھے سات برس۔

اولاد : کوئی اولاد نہ تھی۔

ہجرت : مدینہ کی جانب والدِ گرامی اور شوہرِ نامدار کے ساتھ۔

حج : ۱۰ھ میں حضور ﷺ کی معیت میں حج کی سعادت حاصل ہوئی۔

مرویات : آپؓ سے کل ساٹھ حدیثیں مروی ہیں۔

وفات : آپؓ کی وفات میں متعدد روایات ہیں؛ مگر راجح قول یہ ہے کہ آپؓ کا انتقال شعبان ۴۵ھ عہدِ خلافتِ معاویہؓ میں ہوا۔

نمازِ جنازہ : مدینہ منورہ کے گورنر مروان بن حکم نے پڑھائی۔

مدفن : جنت البقیع۔ کل عمر: ۶۳ سال۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اُم المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

لقمان عثمان احمد آبادی

جب بے نیام شمشیروں کی جھنکاریں، تیروں کی سنسناہٹ، نیزوں کی کھناکھٹ اور گھوڑوں کے ٹاپوں کی گونج بند ہونے لگی، اور سورج نے جو میدانِ کارزار میں موجود شہسوارانِ حق و باطل میں سے کس کے سر پر فتح و کامرانی کا سہرا باندھا جائے گا دیکھنے کے لیے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ قدرے غبار ہٹنے کے بعد مضطرب اور بے چین آنکھوں سے دیکھا کہ کافروں کی لاشوں کے انبار پڑے ہوئے ہیں، اور فدا کارانِ احمد میں سے کچھ جاں نثار جامِ شہادت نوش کر کے عالمِ بالا کو سدھار گئے ہیں اور کچھ زخموں سے کراہ رہے ہیں کہ دور سے اس نے ایک عورت کو دوپٹہ سنبھالے اپنے خاوند کو تلاش کرتے ہوئے دیکھا، قدرے جستجو و چھان بین کے بعد خاوند کو شدید گہرے زخم میں پڑا ہوا پایا، ایسی حالت میں خاوند کو دیکھ کر اس صابرہ خاتون نے نہ تو رونا پیٹنا شروع کیا اور نہ ہی غم زدہ و پژمردہ ہوئی: بلکہ صبر واحتساب کے ساتھ اپنے خاوند کی جواں مردی و بہادری کو سراہنے لگیں اور سورۂ انفال کی وہ آیت جو اسی معرکۂ بدر کی مناسبت سے نازل ہوئی تھیں پڑھنے لگیں:

﴿وما جعله الله إلا بشرى لكم ولتطمئن به قلوبكم وما النصر إلا من عند الله إن الله عزيز حكيم﴾

ترجمہ: اور یہ وعدہ اللہ نے کسی اور وجہ سے نہیں: بلکہ صرف اس لیے کیا کہ وہ خوشخبری بنے اور تا کہ تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو ورنہ مدد کسی اور کے پاس سے

نہیں صرف اللہ کے پاس سے آتی ہے۔(ازآسان ترجمہ قرآن: ۳۶۸)

قربان جائیے اس بہادر عورت پر کہ ایسی سخت مصیبت میں بھی صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا، اور اپنے جذبات واحساسات کو قابو میں رکھ کر اپنے رفیقِ حیات کی خدمت اور علاج ومعالجہ میں مشغول ہوگئیں، اور رہتی دنیا تک کے لیے امت کی مؤمنات ومسلمات کو یہ پیغام دے گئیں کہ خواہ کتنی ہی بڑی مصیبت پڑے ہر وقت صبر کا دامن تھامے رکھنا چاہیے اور بڑی سے بڑی تکلیف کے وقت پل بھر کے لیے بھی عقل وحواس کھو کر غیر شرعی حرکت نہیں کرنا چاہیے۔

صبر واستقلال، عزم وحوصلہ اور پامردی وثباتِ قدمی کا اظہار کرنے والی یہ وہی مقدس خاتون ہیں جن کے متعلق سید الملائکہ نے بیان کیا: "إنها صوامة وقوامة" کہ وہ صائم النہار اور قائم اللیل ہیں۔ اور یہی وہ قاریہ، ادیبہ، کریمہ بنتِ کریم، نبیلہ بنتِ نبیل، سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی نورِ چشم اور لختِ جگر ہے جن کا نام نامی ''حفصہ'' ہے۔ آج بھی یہ پاک زندگی کتبِ سیر وتاریخ سے لے کر امتِ مسلمہ کے قلب وجگر تک ہر جگہ جگمگا رہی ہے، ان ہی کے احوالِ زندگی ہدیۂ ناظرین ہیں:

## نام وشجرۂ نسب

آپؓ کا نام حفصہ بنتِ عمرؓ تھا، آپؓ کا نسب والد کی طرف سے یہ ہے: حفصہ بنتِ عمر بن خطاب بن نُفیل بن عبد العزّٰی بن عباح بن عبداللہ بن قرط بن رَزاح بن عدی بن کعب بن لُؤی عدوی قریشی۔ اس طرح آپؓ کا سلسلۂ نسب دسویں پشت میں لؤی پر پہنچ کر حضور ﷺ سے جاملتا ہے۔

اور والدہ کی طرف سے نسب نامہ یہ ہے: زینب بنتِ مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ القرشیہ الجمحیہ۔

## ولادت

سیرت وتاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ جب عہدِ جاہلیت میں کعبۃ اللہ شریف کی تعمیرِ نو کے موقع سے حجرِ اسود کو لے کر قبائلِ قریش کے درمیان تنازع کھڑا ہوا تو قضائے الٰہی سے عبداللہ کے لختِ جگر آمنہ کے لال حضرت محمد مصطفی ﷺ نے آگے بڑھ کر الجھے ہوئے قضیے کی ڈور ایسی حکمت سے سلجھائی کہ دیوارِ کعبہ میں حجرِ اسود کے جڑنے کے ساتھ سب کے دل بھی جڑ گئے۔ تجدیدِ بیت اللہ کا یہ واقعہ بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل پیش آیا تھا، خدائے واحد کا نظام اور تقدیرِ الٰہی کا فیصلہ دیکھیے کہ جس ہستی نے لوگوں کے دلوں کو جوڑ کر گھروں کو آباد کیا قدرت نے اسی سال اسی امین وصادق کے دل کو جوڑنے کے لیے اور اس کے گھر کو بسانے کے لیے سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا فرمایا۔

## سیدہ حفصہؓ کا خاندان اور ان کے والدِ محترم

زمانۂ جاہلیت میں قریش نے شہرِ مکّہ کا نظم ونسق باقاعدہ وباضابطہ چلانے کے لیے اور باہمی انتشار وافتراق اور عداوت ورقابت کو دور کرنے کے لیے تقسیم کار کا اصول اپنایا ہوا تھا، جس کے تحت مختلف قبائل کے لوگوں کو مختلف امور سپرد کیے گئے تھے، من جملہ بنو عدی - جو سیدہ حفصہؓ کا خاندان ہے - انہیں سفارت کا منصب جلیل دیا گیا تھا، قریش کو کسی قبیلے کے ساتھ سیاسی ومعاشرتی معاملہ درپیش ہوتا تو بنو عدی کے لوگ اس قبیلے والوں کے پاس بہ حیثیتِ سفیر جاتے۔ اسی طرح مناظرے کے معرکوں کی ثالثی بھی اسی قبیلے کے سپرد تھی۔ ظہورِ اسلام سے قبل سفارت وحکمیت کے عہدۂ جلیل پر اسی سیدہ نبیلہ حفصہؓ کے والدِ محترم حضرت عمر ابن الخطابؓ فائز تھے جو معاملہ فہمی، نکتہ آفرینی، حاضر جوابی اور اصابتِ رائے کی وجہ سے مکّہ میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے اور قریش کے ان

سترہ افراد میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

## حضرت عمر بن الخطابؓ کا مختصر تعارف

سیدنا عمرؓ واقعۂ فیل کے تیرہ سال اور جنگِ فجار کے چار سال بعد ۵۸۹ء میں پیدا ہوئے، آپؓ نسب دانی میں ماہر تھے، یہ فن آپؓ کے قبیلہ کا مخصوص امتیاز تھا، جاحظ کہتے ہیں کہ: آپؓ اور آپ کے والد اور دادا سب نسّاب تھے، شہسواری میں اس قدر مہارت تھی کہ بھاگتے گھوڑے پر کود کر اس طرح سوار ہوتے کہ بدن میں مطلق حرکت نہ ہوتی۔

زمانۂ جاہلیت میں انہیں قریش کا بہت بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا، ابتدا میں آپؓ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے، لیکن رحمت للعالمین اور فخرِ سید المرسلین ﷺ کی دعا سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: کعبہ میں ہم اس وقت نماز پڑھنے کا حوصلہ کر سکے جب عمر بن خطابؓ نے اسلام قبول کیا۔ سیدہ عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ: اسلام صیغۂ راز میں رہا یہاں تک کہ سیدنا عمرؓ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

(رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۲۶۴)

ان ہی کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا تھا: "لو كان بعدي نبي لكان عمر" میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ آپؓ ۲۳ھ میں نمازِ فجر کے دوران مغیرہ بن شعبہ کے مجوسی غلام ابولؤلؤ فیروز کے ہاتھوں زخمی ہو کر شہید ہوئے۔ (مزید احوال کے لیے دیکھیے: عشرہ مبشرہ، از ۲۲۵ تا ۲۸۴، ناشر: شعبہ تقریر و تحریر، جامعۃ الجمیل)

## والدۂ محترمہ

سیدہ حفصہؓ کی والدہ کا نام: زینب بنتِ مظعون القرشیہ الجمحیہ تھا، آپ جلیل القدر صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ۔ جنہیں جنت البقیع میں سب سے پہلے دفن ہونے کی

سعادت ملی-، اور سیدنا قدامہ بن مظعونؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ نیز سیدنا عمرؓ کی زوجۂ محترمہ اور عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن عمرؓ اور حفصہؓ کی والدۂ محترمہ تھیں، اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے خاوند اور دونوں بیٹوں کے ساتھ ہجرت کی۔

## حضرت حفصہؓ کے بھائی بہن

جیسا کہ ابھی گذرا کہ حضرت حفصہؓ حضرت زینب بنتِ مظعونؓ کی لاڈلی بیٹی تھی، سیدنا عمرؓ نے حضرت زینبؓ سے زمانۂ جاہلیت میں شادی کی تھی اور ان سے دو نرینہ اولاد عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہوئی، عبدالرحمٰن کو" عبدالرحمٰن الاکبر" بھی کہا جاتا ہے، ان کی کنیت "ابوعیسیٰ" تھی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو" عبداللہ بن عمرؓ" کے نام سے ایک دنیا جانتی ہے، یہ دونوں حضرات حضرت حفصہؓ کے حقیقی بھائی تھے۔

نیز سیدنا عمرؓ نے زمانۂ جاہلیت میں مُلَیکہ بنتِ جرَول سے شادی کی تھی، جس کو آپؓ نے طلاق دے دی تھی، اس سے ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا۔

مزید برآں ام کلثوم بنتِ جرَول سے شادی ہوئی اور ان سے دو بیٹے زید اصغر اور عبیداللہ پیدا ہوئے۔ واقدیؒ کا بیان ہے کہ ام کلثوم بنتِ جرول اور ملیکہ بنتِ جرول ایک ہی خاتون ہیں، اس سے عبیداللہ اور زید اصغر پیدا ہوئے۔

ان کے علاوہ ام کلثوم بنتِ علیؓ سے شادی کی، ان سے ایک بیٹا زید الاکبر اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئی، ان کا حق مہر چالیس ہزار درہم مقرر کیا تھا۔ نیز جمیلہ بنتِ ثابت سے بھی نکاح ہوا، اس کا نام عاصیہ تھا، آپ ﷺ نے بدل کر جمیلہ رکھ دیا، اس سے ایک بیٹا عاصم پیدا ہوا، بعد میں آپؓ نے اس بیوی کو طلاق دے دی تھی۔

ام حکیم بنتِ حارث سے شادی کی، یہ بیوہ تھیں، ان کا خاوند شام میں قتل کر دیا گیا تھا، ان سے ایک بیٹی فاطمہ نے جنم لیا، آپؓ نے اس بیوی کو بھی طلاق دی تھی۔

عاتکہ بنتِ زیدؓ سے شادی ہوئی تو اس سے ایک بیٹا عیاض پیدا ہوا، سیدنا عمرؓ کی شہادت کے بعد انہوں نے حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے سیدنا زبیر ابن العوامؓ سے نکاح کر لیا۔

آپؓ کی دو لونڈیاں تھیں: ایک کا نام فکیہہ اور دوسری کا نام لہیہ تھا، فکیہہ سے ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام زینب بنتِ عمر رکھا؛ لیکن لہیہ کے بارے میں مؤرخین کے دو قول ہیں: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: وہ لونڈی تھی اور بعض کا کہنا ہے کہ آپؓ نے ان سے نکاح کر لیا تھا، ان ہی سے عبد الرحمٰن الاصغر المعروف بہ ابی شحمہ پیدا ہوئے، لہیہ کا نام ''وہیہ'' بھی بیان کیا گیا ہے۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں ۲۶۷)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سیدہ حفصہؓ کے دو حقیقی اور چھ علاتی بھائی تھے اور تین علاتی بہنیں تھیں جن کی فہرست یہ ہے:

حقیقی بھائی: عبد الرحمٰن الاکبر، عبد اللہ۔

علاتی بھائی: عبید اللہ، عبد اللہ، زید اصغر، زید اکبر، عاصم، عیاض، عبد الرحمٰن الاصغر۔

علاتی بہن: فاطمہ، زینب، رقیہ۔

## سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دُدھیالی و ننھیالی رشتہ

سیدہ حفصہؓ کے ایک چچا تھے جن کا نام زید بن خطاب تھا، حضرت عمر فاروقؓ سے عمر میں بڑے اور ان کے علاتی بھائی تھے۔ حضرت زیدؓ کی والدہ کا نام: اسماء بنتِ وہیب تھا، اور حضرت عمر فاروقؓ کی والدہ کا نام حنتمہ بنتِ ہاشم تھا، حضرت زیدؓ بھی حضرت عمرؓ کی طرح مہاجر اور بدری تھے، وہ آپ ﷺ کے ساتھ تمام جنگوں اور خاص معرکوں (بدر، احد، خندق) میں شریک رہے۔ سیدنا ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت میں جنگِ یمامہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

سیدہ حفصہؓ کی دو پھوپھیاں تھیں: ایک کا نام امیمہ اور دوسری کا نام صفیہ تھا۔
امیمہ یہ حضرت عمرؓ کی سگی بہن ہے، ان کا نام: فاطمہ، کنیت: ام جمیل اور لقب: امیمہ تھا۔ یہی وہ پھوپھی ہیں جو خود اسلام سے بہرہ ور ہو کر اپنے جواں مرد بھائی کے اسلام لانے کا سبب بنیں، ان کا عقدِ نکاح سعید بن زیدؓ سے ہوا تھا۔ اور دوسری پھوپھی کا نکاح سفیان بن عبدالاسد مخزومی سے ہوا تھا۔

آپؓ کے تین ماموں تھے: (۱) عثمان بن مظعونؓ، (۲) عبد اللہ بن مظعونؓ، (۳) قدامہ بن مظعونؓ۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی زوجہ سیدہ خولہؓ بنتِ حکیم سیدہ حفصہؓ کی ممانی تھی اور یہی وہ عورت ہے جس نے نبی کریم ﷺ سے سیدہ عائشہؓ اور سیدہ سودہؓ کے رشتہ کی بات کی تھی۔ اور معروف صحابی حضرت سعید بن زیدؓ آپؓ کی سوتیلی ماں عاتکہ بنتِ زیدؓ کے بھائی ہونے کے ناطے آپ ﷺ کے ماموں تھے، یہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، یہ سیدہ کے پھوپھا جان لگتے ہیں؛ کیوں کہ ان کی شادی آپ ﷺ کی پھوپھی سیدہ ام جمیل سے ہوئی تھی۔

## سیدہؓ کا اسلام، پہلا نکاح اور ہجرت

سیدہ موصوفہ اپنے والد حضرت عمرؓ کے ساتھ ہی ۶ نبوی کے شروع میں دس سال کی عمر میں ایمان واسلام کی نورانی دولت سے بہرہ ور ہو چکی تھیں۔

جب سیدہؓ نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو والد نے ان کا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ سے کر دیا، آپؓ سیدنا ابو بکرؓ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام لائے تھے، یہ نکاح حضرت خنیس کی حبشہ سے واپسی پر نبوت کے ساتویں یا آٹھویں سال ہوا۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب رسول اکرم ﷺ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کی تعلیم وتربیت

کے لیے دارارقم میں فروکش ہو چکے تھے۔ قریشِ مکّہ کو جب بنوسہم کے اس نوجوان کے مسلمان ہونے کی خبر پہنچی تو بڑے سیخ پا ہوئے اور ان پر بھی ظلم وستم، جور و بربریت کے لامتناہی سلسلے ڈھائے جانے لگے، کفارِ قریش نے اس معاملے میں ذرا بھی رقتِ قلبی اور رحم دلی کا مظاہرہ نہ کیا۔

چناں چہ بعثتِ نبوی سے چھٹے سال جب رسول اللہ ﷺ کی جانب سے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم ملا تو وہ اپنے ضمیر کی آزادی اور ایمان کی سلامتی کی خاطر نبوت کے پانچویں سال ماہِ رجب میں نبوی میں اپنے شہر اور اپنے اعزہ واقربا کو خیر باد کہہ کر اپنے دو بھائیوں: عبداللہ اور قیس کے ہمراہ ہجرت کر گئے جو تاریخ میں ''حبشہ کی دوسری ہجرت'' کے نام سے مشہور ہے، لیکن حبشہ میں رہ کر ان کا دل مکّہ کی گلیوں اور وادیوں میں اٹکا رہتا تھا، ہر وقت بیت اللہ کی زیارت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت انہیں پریشان کیے دیتی تھی، آخرکار یہ حبشہ کو خیر باد کہہ کر واپس مکّہ آ گئے اور مشرکین کی طرف سے ڈھائے جانے والے ظلم وستم کو خندہ پیشانی سے سہتے رہے۔ پھر جب بارگاہِ رسالت ﷺ سے نبوت کے تیرہویں سال مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ملا تو وہ اپنے خسر حضرت عمرؓ کے ساتھ ہجرت کے لیے روانہ ہوئے، اور ان کے ساتھ ان کی زوجہ حضرت حفصہؓ اور حضرت حفصہؓ کے تایا زید بن خطاب اور پھوپھا سعید بن زیدؓ بھی تھے، جب مدینہ کی قریشی بستی قبا پہنچے تو رفاعہ بن عبدالمنذر نے ان کا پُرتپاک استقبال کیا اور عزت واحترام کے ساتھ اپنے یہاں ٹھکانہ دیا۔ اس طرح سیدہ حفصہؓ کے شوہر نامدار حضرت خنیسؓ کو دو ہجرتوں کی سعادت حاصل ہوئی۔

کچھ دنوں کے بعد جب آفتابِ رسالت مدینہ کی وادیوں میں طلوع ہوا اور انصار ومہاجرین کے درمیان رشتۂ اخوت اور بھائی چارے کا نظام قائم کیا تو حضرت خنیس بن حذافہؓ اور ابوعبس بن جبر انصاریؓ کے درمیان مواخات قائم ہوئی، دونوں دینی بھائی

جنگجو، شہسوار، جواں مرد اور بہادر سپاہی تھے۔

حضرت حفصہؓ اور حضرت خنیسؓ دونوں میاں بیوی راضی خوشی مدینۂ منورہ میں زندگی بسر کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہونے لگے! لیکن چوں کہ حضرت خنیسؓ جہاد کے شوقین اور شجیع و بہادر آدمی تھے؛ اس لیے ہمیشہ جہاد کی تیاری میں لگے رہتے تھے اور مشرکینِ مکّہ کے استیصال کی فکر و تدبیریں کرتے رہتے تھے۔

ہجرت کے دوسرے سال مدینۂ منورہ میں یہ خبر گردش کرنے لگی کہ کفارِ قریش نے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کے لیے اپنی پوری طاقت وقوت اور جمعیت کو اکٹھا کرلیا ہے اور ابوجہل نے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ وہ بدر پہنچ کر اونٹوں کو ذبح کرکے پارٹی شارٹی، شراب و کباب، رقص و سرور کی محفلیں جمائے گا اور مسلمانوں کی وہ حالت کرے گا کہ آئندہ کسی کو قریش کے سامنے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت و ہمت نہ ہوگی۔ جب یہ خبر حضرت خنیس بن حذافہؓ کے کانوں میں پڑی تو جذبۂ جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے شیرِ نر کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ یاد رہے کہ بنی سہم میں شرکتِ بدر کا اعزاز صرف ان ہی کے حصے میں آیا تھا، ان کے علاوہ کوئی اور ''سہمی'' بدر میں شرکت نہیں کرسکا تھا۔

## معرکۂ بدر میں حضرت خنیسؓ کی شجاعت وشہادت

بدر کا مقام ہے، ادھر پھٹے پرانے، بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس گنے چنے چند افراد ہاتھوں میں لٹھ لیے کھڑے ہیں، اُدھر آہنی زرہیں سر سے لے کر پیر تک زیبِ تن کیے ہوئے طاقتور نوجوانوں کا جمِ غفیر ہیں۔ ادھر چہروں پر فکر وحزن اور غم واندوہ چھایا ہوا ہے، اُدھر اپنی طاقت وزور، کثرتِ تعداد اور اسلحوں کی فراوانی پر فخر ومباہلہ کیا جارہا ہے۔ ادھر نہتے مسلمان ہیں، جسم لاغری وکمزوری کے ایسے شکار ہیں کہ ''مستضعفین قوم'' میں

شمار کیا جاتا ہے اور اُدھر بھلے چنگے سانڈ جیسا ڈیل ڈول رکھنے والے ہیں جن کا شمار سردارانِ قوم میں ہوتا ہے۔ ظاہر پرست اور کوتاہ نظر رکھنے والا یہی سمجھتا تھا کہ آج مسلمانوں کا گاجر مولی کی طرح قتلِ عام ہوگا، خون کی ندیاں بہادی جائے گی، اور زمین سے خیمۂ اسلام کو اکھاڑ دیا جائے گا؛ مگر کسے معلوم تھا کہ یہ نہتے مسلمان نورِ ایمان اور فراستِ ایمانی کی یہ دولت ان مشرکوں کی کیا گت بنا کر رکھ دیں گے۔

حق و باطل کی مڈ بھیڑ ہوئی، معرکے کا طنطنہ بلند ہوا، مرحلۂ مبارزت گذرا، میدانِ کارزار گرم ہوا، حضرت خنیس بن حذافہؓ جذبۂ جہاد سے سرشار تھے، مدّتیں ہوئی ان کی شمشیر بزاں پیاسی تھی، آج اس کو سیراب کرنے کا موقع ہاتھ لگا تھا، بھوکے شیر کی طرح دشمنوں پر جھپٹے، اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے، بہت سوں کو جہنم رسید کیا، اور بہت سوں کو کارے زخم لگائے، اسی دوران اُن کے بدن پر بھی سخت گہرے زخم آئے۔ اِدھر اسلام کے غلبے پر جنگ ختم ہوئی، قریش کے بڑے بڑے سردار واصلِ جہنم ہوئے، شہیدانِ احمد پر نمازِ جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کیا گیا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کی جانے لگی، ان ہی میں حضرت خنیس بن حذافہؓ بھی تھے۔ حضرت حفصہؓ اپنے خاوند کے زخموں کے علاج و معالجہ میں ہمدردی و ہوش مندی سے مشغول ہوگئیں، زخم انتہائی گہرے تھے، مندمل نہ ہو سکے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یہی منظور تھا، کچھ مدت کے بعد زخموں کی تاب نہ لاکر خنیس اللہ کو پیارے ہوگئے، اور ان کا شمار ﴿بل أحياء عند ربهم يرزقون﴾ کی فہرست میں ہوگیا۔

## سیدہ حفصہؓ کے لیے اعزاز

اس جنگ میں حضرت حفصہؓ کے لیے قابلِ اعزاز بات یہ تھی کہ ان کے والدِ محترم حضرت عمر ابن الخطابؓ اور عمِ محترم زید بن خطابؓ اور تین ماموں اور ایک ماموں زاد

بھائی شریکِ جہاد ہوئے تھے، یہ اعزاز تمام صحابہؓ وصحابیاتؓ میں صرف ان ہی کو حاصل تھا کہ ان کے گھرانے کے سات افراد جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

جب آپ ﷺ کو حضرت خنیسؓ کی وفات کا علم ہوا تو آپ نے بہ نفسِ نفیس ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور حضرت حفصہؓ کے ماموں حضرت عثمان بن مظعونؓ کی قبر کے پہلو میں دفن کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

## بیوگی کا غم اور داماد کی جستجو

اس وقت سیدہ حفصہؓ کی عمر صرف اٹھارہ برس تھی، اتنی کم عمری میں اتنا بڑا احادثہ ان کے لیے ناقابلِ برداشت تھا؛ لیکن تقدیرِ الٰہی اور قضائے خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا، کثرتِ تلاوت اور کثرتِ صیام کو اپنا وطیرۂ حیات بنالیا اور یکسو ہو کر خدائے کریم کی عبادت میں مشغول ہو گئیں۔

حضرت حفصہؓ چوں کہ عنفوانِ شباب ہی میں بیوہ ہو گئی تھی؛ اس لیے حضرت عمرؓ اپنی لاڈلی بیٹی کے بارے میں بہت فکر مند رہتے، جب وہ اپنی بیٹی کے چہرے پر خیر و نیکی، صلاح و تقویٰ اور عفت و معصومیت کے آثار دیکھتے تو ساتھ ہی ساتھ ان کے چہرے پر بیوگی کی تلخ پرچھائیاں دکھائی دیتیں، جب بھی گھر آتے اور حفصہ کا غم زدہ چہرہ دیکھتے تو ان کا دل قلق و بے چینی، اضطراب اور بے کلی کا شکار ہو جاتا۔ آخر کار انہوں نے اپنی بیٹی پر منڈلاتی ہوئی غموم و ہموم کی بدلیوں کو دفع کرنے کا تہیہ کرلیا، اور وہی کیا جو ایک مشفق باپ کو کرنا چاہیے تھا، اب ان کی نگاہیں اپنے ارد گرد ایک ایسے موزوں شخص کو تلاش کرنے لگیں جو حفصہؓ سے بیوگی پن کے اثر کو دور کر کے اسے اس کی خوشیاں لوٹا دیں، اور پھر وہی خوشیاں اور بہاریں دکھائیں جو انہیں حضرت خنیس بن حذافہؓ کے ساتھ میسر تھیں، یا اس سے بھی زیادہ۔

## حضرت عثمانؓ کو پیش کش اور ان کا جواب

حضرت عمرؓ کی مدبرانہ نظریں سیدنا حضرت عثمانؓ پر جا کر رکیں، یہی وہ زمانہ تھا جس میں حضرت عثمانؓ کی زوجۂ محترمہ حضرت رقیہ بنتِ رسول اللہ کا انتقال ہوا تھا، اور وہ اسی صدمہ سے نڈھال تھے۔ چناں چہ حضرت عثمانؓ سے جا کر ملے، پہلے تو حضرت رقیہؓ کی وفات پر افسوس کا اظہار کیا، پھر اپنی درخواست پیش کی کہ "اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کردوں"، یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے کہا: مجھے کچھ مہلت دیجیے۔ پھر حضرت فاروق اعظمؓ نے چند دن گذر جانے کے بعد ان سے ملاقات کی اور اُس موضوع کو دوبارہ چھیڑ دیا جسے حضرت عثمانؓ نے کچھ مہلت مانگ کر ادھورا چھوڑ رکھا تھا، حضرت عثمانؓ فرمانے لگے کہ: "میرا ابھی کسی سے شادی کرنے کا ارادہ نہیں ہے"، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑا دکھ ہوا۔

## حضرت ابوبکرؓ کو پیش کش اور ان کا جواب

اس کے بعد حضرت عمرؓ کی نظرِ انتخاب سیدہ ابوبکرؓ پر جا لگی، (بعض کتابوں میں پہلے حضرت ابوبکرؓ سے ملنے کا ذکر ہے) ایک دن حاضرِ خدمت ہو کر عرض کرنے لگے: "میں اپنی بیٹی تمہارے حبالۂ عقد میں دینا چاہتا ہوں" یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے اپنی آنکھیں جھکا لیں اور اور کچھ جواب نہ دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت رنج ہوا کہ ان کی یہ درخواست اس طرح مسترد ہوگئی، حالاں کہ ان کا یہ خیال تھا کہ حضرت ابوبکرؓ رفاقت ودوستی کی خاطر میری درخواست رد نہ کریں گے؛ بلکہ وہ حفصہ جیسی شریف النسب لڑکی سے شادی کر کے میرے بوجھ کو ہلکا کردیں گے؛ مگر ان کی طرف سے یوں اعراض وروگردانی دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت غصہ آیا۔

## دربارِ رسالت میں شکایت وتشفی بخش جواب

آخر اپنے دونوں دوستوں کے رویے کی شکایت لیے دربار رسالت ﷺ میں پہنچے اور از اول تا آخر اپنی پوری داستان کہہ سنائی۔ یہ سب سن کر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: عمر! گھبراؤ نہیں! پریشان نہ ہو! حفصہ کا نکاح اس شخص سے ہوگا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کی شادی اس سے ہوگی جو حفصہ سے بہتر ہے۔ محبت سے معمور آواز اور امید افزا الفاظ سن کر سکون واطمینان نصیب ہوا؛ مگر دل ہی دل میں حیران وسرگرداں رہے کہ ہوگا کیسے!۔

## اُمّ المومنین بننے کا شرف

کچھ ہی دنوں کے بعد آپ ﷺ نے اپنی لختِ جگر نورِ نظر سیدہ ام کلثومؓ کا عقد حضرت عثمانؓ سے کردیا، یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امید کی کرنیں نظر آنے لگیں کہ اللہ کے نبی نے اپنے فرمان کے مطابق عثمان کا نکاح حفصہ سے بہتر عورت سے کردیا؛ مگر ساتھ ہی تذبذب وتردد دو چند ہوگیا کہ اب حفصہ کو عثمان سے بہتر شوہر کون ملے گا؟ کون ایسا ہوگا جو عثمان جیسے نیک طینت پاکباز، شرم وحیا کے پیکر سے بھی زیادہ بہتر ہو؟ ادھر صبح نمودار ہوتی، رہی شام ڈھلتی رہی، اور حضرت عمرؓ کی فکر بڑھتی رہیں، یہاں تک کہ ایک دن خود سید المرسلین ﷺ نے حضرت عمرؓ کے سامنے ان کی بیٹی سے رشتۂ ازدواج جوڑنے کی فرمائش ظاہر کی، یہ سن کر حضرت عمرؓ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہیں یہ کب پتہ تھا کہ عثمان سے بہتر شوہر یعنی سرورِ کونین ﷺ جیسی عظیم المرتبت اور رفیع المقام ہستی سے سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح ہوگا، یہ بات ان کے حاشیۂ خیال تک میں نہ تھی۔ اللہ کے نبی ﷺ کی یہ بات سنتے ہی ان کے دل کے ارمان

مسرت وشادمانی کے آنسوؤں میں سمٹ گئے، ان کا غم خوشی میں تحلیل ہوگیا اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سورۂ نمل کی یہ آیتِ کریمہ تلاوت کی:

﴿هذا من فضل ربي، ليبلوني، أشكر أم أكفر، ومن شكر فإنما يشكر لنفسه ومن كفر فإن ربي غني كريم﴾.

ترجمہ: یہ میرے پروردگار کا فضل ہے، تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے شکر کرتا ہے اور اگر کوئی ناشکری کرے تو میرا پروردگار بے نیاز ہے کریم ہے۔ (از آسان ترجمۂ قرآن: ۸۰۵)

اور یوں سیدہ حفصہؓ ۳ھ میں غزوۂ احد سے پہلے بیس سال کی عمر میں چار سو درہم حق مہر کے عوض نبی کریم ﷺ کے حرمِ مقدس میں آگئی، اور "ام المومنین" کے اُس اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوئی جو طبقۂ اناث کا مرجع ہے جہاں فرشتے بھی عقیدت واحترام سے حاضر ہوتے ہیں، اور اہلِ ایمان کی نگاہیں بھی ادب سے جھک جاتی ہیں۔ حضرت سعید بن مسیبؒ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے حق میں برابر فیصلہ فرمایا کہ: حفصہ کے لیے حضور ﷺ حضرت عثمانؓ سے بہتر تھے ہی اور حضرت عثمانؓ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی بھی حفصہ سے بہتر تھی۔

جس وقت یہ عقد ہوا اُس وقت حضرت سودہ بنتِ زمعہؓ اور حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے حبالۂ عقد میں موجود تھیں۔

## بیٹی کو رخصت کرتے ہوئے

حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی حفصہ کو ان الفاظ کے ساتھ رخصت کیا: جا! بیٹی اپنے سرتاج کے گھر، سدا خوش رہ، آباد رہ، خوشیوں کے پھولوں سے تیرا چمن آباد رہے، سدا تیرے چمن میں خوش گوار ہوائیں چلتی رہیں، ہاں! البتہ اس بات کا دھیان رکھنا کہ کبھی

عائشہ کا مقابلہ نہ کرنا، ہمیشہ اس کی دل سے قدر کرنا، اس لیے کہ وہ تیرے سرتاج کی لاڈلی اور چہیتی بیوی ہے، اور وہ تجھ سے بہتر بھی ہے، میری یہ بات ہمیشہ پلے باندھ رکھنا۔ یہ کہہ کر اپنی لختِ جگر کو علیحدہ کیا۔

## حضرت ابوبکرؓ کا صفائی پیش کرنا

اس نکاح کے بعد جب حضرت عمرؓ کی حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی، حضرت ابو بکرؓ نے آگے بڑھ کر سلام کیا؛ لیکن حضرت عمرؓ کی جانب سے خاطر خواہ جواب نہ ملا، حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے: عمر! مجھے پتہ ہے تم مجھ سے نالاں ہو؛ لیکن اب میں یہ معاملہ صاف کیے دیتا ہوں، بات دراصل یہ ہے کہ جب تم نے مجھے اپنی بیٹی کی پیش کی تھی اس سے ایک روز قبل آپ ﷺ نے تمہاری بیٹی سے عقد کا ارادہ ظاہر کیا تھا، جو میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز تھا، میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ ﷺ کا راز فاش کردوں، اگر آپ ﷺ نے اپنے ارادے کا اظہار نہ کیا ہوتا تو میں یہ خوشی اس رشتہ کو قبول کر لیتا۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر خوش ہوئے اور آپؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿هذا من فضل ربي﴾۔

## فوائد الحدیث

حافظ ابن حجرؒ "فتح الباری" میں مذکورہ بالا پورے واقعہ کے درج ذیل فوائد بیان کرتے ہیں:

(۱) انسان اپنی بیٹی کے رشتے کی کسی ایسے شخص کو پیش کش کرسکتا ہے جسے وہ نیک اور مناسب سمجھتا ہو، ایسا کرنا اس کے لیے شرعاً جائز ہے، یہ کوئی شرم کی بات نہیں۔

(۲) باپ اپنی بیوہ یا کنواری بیٹی کے رشتے کی مناسب جگہ بات کرنے کا شرعاً حق رکھتا ہے۔

(۳) اگر کوئی بڑا آدمی کسی عورت کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو چھوٹے کو

وہاں رشتہ نہیں کرنا چاہیے، یہ ادب کے خلاف ہے، اگرچہ شرعاً اس کی ممانعت نہیں۔

(۴) کسی کا راز چھپانا بڑا مستحسن اقدام ہے، ہاں! صاحب معاملہ از خود راز کو منکشف کردے تو سننے والے کے لیے اس کا تذکرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۵) اگر کوئی یہ قسم کھالے کہ میں کسی کا راز افشا نہیں کروں گا؛ مگر صاحب راز خود اپنے راز کو افشا کردے تو قسم کھانے والا اس راز کا تذکرہ کرنے پر اپنی قسم کو توڑنے والا متصوّر نہ ہوگا۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۲۷۷)

## ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

حافظ ابنِ حجرؒ نے اپنی کتاب ''الاصابہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت خنیسؓ جنگِ احد میں شہید ہوئے۔ یہ غزوہ شوال ۳ھ میں ہوا۔ اگر یہ روایت درست مان لی جائے تو سیدہ کی عدّت صفر ۴ھ کے اواخر میں ختم ہوتی ہے۔ اس طرح حضور ﷺ کے ساتھ ان کا نکاح ربیع الاول ۴ھ سے پہلے ممکن نظر نہیں آتا۔ ''اصابہ'' کی اس روایت کی وجہ سے ہمارے بہت سے قابلِ احترام اور فاضل سیرت نگاروں سے سہواً کچھ ایسے تسامحات سرزد ہوگئے جن سے قاری کا ذہن الجھن میں گرفتار ہوجاتا ہے، مثلاً علامہ شبلیؒ اپنی کتاب ''الفاروق'' کے صفحہ: ۶۱ پر لکھتے ہیں: ''خنیسؓ جب غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو وہ (حفصہ) ۳ھ میں جناب رسول اللہ کے عقد میں آئیں''۔ حالاں کہ غزوۂ احد میں شہادت کے بعد یہ نکاح ۳ھ میں ناممکن ہے، جیسا کہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں۔

اسی طرح شاہ مصباح الدین شکیل اپنی مایہ ناز کتاب ''سیرتِ احمد مجتبیٰ ﷺ'' کی جلد اول کے صفحہ: ۱۹۱ پر رقم طراز ہیں:

''حضرت خنیسؓ حضرت عمرؓ کے داماد تھے، بدر اور احد کے معرکوں میں شرکت کی، جنگِ احد میں کاری زخم لگا اور اس کے کچھ عرصے کے بعد انتقال کیا، اس کے چند ماہ بعد

ان کی بیوہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اُم المؤمنین بننے کا شرف حاصل ہوا''۔

اسی کتاب کی دوسری جلد کے صفحہ: ۲۶۸ پر ہجرت کے تیسرے سال کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس سال ماہِ شعبان میں حضرت حفصہؓ ''ام المؤمنین'' بنیں''۔ پیش کردہ دونوں اقتباسات قاری کو الجھانے والے ہیں، اگر حضرت خنیسؓ کی غزوۂ احد میں شمولیت مان لی جائے جو ۳ھ کے دسویں مہینے کا واقعہ ہے، تو ان کی بیوہ کا نکاح اسی سال کے آٹھویں مہینے میں کس طرح ہوگا؟ اور نیز ابن سعد کی ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ بنتِ عمرؓ کے ساتھ غزوۂ احد سے قبل شعبان کے اخیر میں نکاح فرمایا تھا۔'' (طبقات اردو:۸/۲۰)

حقیقت یہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے کہ حضرت خنیسؓ غزوۂ بدر ۲ھ میں زخمی ہوئے اور ان ہی زخموں کی وجہ سے کچھ ماہ بعد ان کا انتقال ہوا، عدت پوری ہونے کے بعد ۳ھ کے آٹھویں مہینے میں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ ہوا۔ (ازواجِ مطہرات: ۲۶۰)

## شادی کی وجہ

آپ ﷺ کا سیدہ حفصہؓ سے رشتۂ ازدواج استوار کرنا اس لیے تھا کہ حضرت عمرؓ اپنی جوان بیٹی کے بیوہ ہونے پر زیادہ غمگین وحزین تھے، ان کی ہر ممکن کوشش یہ تھی کہ کسی مناسب جگہ ان کا نکاح کروادے، آپ ﷺ کا منشا یہ تھا کہ جس طرح سیدہ عائشہؓ سے نکاح کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرحت وعزت بخشی اسی طرح حضرت عمرؓ کی بیٹی سے شادی کر کے انہیں بھی غموں کے سایہ سے نکال کر خوشیوں کی بارش میں لاکھڑا کردے اور یوں سید الکونین ﷺ نے اپنے دونوں قریبی جاں نثاروں کے ساتھ رشتۂ

مصاہرت قائم کر کے دونوں میں مساوات و ہمسری قائم کردی۔ انسانی معاشرے میں رشتۂ مصاہرت کو بڑی عزت حاصل ہے، اس لیے آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے یہ رشتہ قائم کر کے ان دونوں کو اپنا داماد بنالیا۔ خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ نے صحابہؓ میں سب سے معزز یعنی ابو بکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ یہ رشتہ قائم کیا، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ ﷺ کے سسر ہوئے اور آپ ﷺ حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے۔

جب سیدہ حفصہؓ کی کاشانۂ نبوت میں آمد ہوئی تو اس وقت پہلے سے ہی سیدہ عائشہؓ اور سیدہ سودہؓ کو وہاں موجود پایا، حضرت عائشہؓ چوں کہ نوجوان اور لاڈلی تھی، نیز حضرت سودہؓ نے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تفویض کر رکھی تھی، اس لیے ان دونوں کے درمیان کوئی چشمک نہیں تھی؛ لیکن جب سیدہ حفصہؓ سوکن بن کر آئیں تو ان کو فطرتاً قدرے ناگوار گذرا، اس لیے کہ وہ بھی نوجوان، معزز اور نیک خاتون تھیں، مسلمان اور خصوصاً حضرت عمرؓ اس نکاح سے بے حد خوش تھے؛ مگر سیدہ عائشہؓ نے مضبوطی کے ساتھ صبر کا دامن تھامے رکھا اور دونوں کے درمیان کوئی ناخوش گوار واقعہ نہیں ہونے دیا۔ تاہم سوکنوں میں باہمی رقابت فطری ہے، اسی فطرت کی بنیاد پر سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد یکے بعد دیگرے جتنی ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کے عقد میں آئیں وہ سب دو گروہوں میں بٹ گئیں: ایک گروہ سیدہ عائشہؓ، حفصہؓ، سودہؓ، صفیہؓ پر مشتمل تھا، اور دوسرا گروہ: حضرت ام سلمہ، جویریہ، زینب بنت جحش وغیرہ پر۔ بعض مواقع پر انسانی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو کر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے باہم مل کر اپنی کسی اور سوکن کے خلاف فضا بھی بنائی، ذیل کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

## واقعۂ تحریم

اگر کسی کی کئی بیویاں ہوں تو ان میں سے ہر ایک یہ چاہے گی کہ وہ اپنے شوہر کی

سب سے عزیز بن کر رہے، اس کے خاوند کی توجہ ہر وقت اس کی جانب رہے اور وہ اس خصوصی توجہ کو حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے گی، اسی بنا پر ان کے درمیان تنافس والا معاملہ رہتا ہے، اور اسی تنافس کی وجہ سے کبھی کبھار شوہر کو بھی مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسا ہی کچھ معاملہ آپ ﷺ کے ساتھ پیش آیا۔

امی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کو شہد اور میٹھی چیز نہایت مرغوب تھی، آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ عصر کی نماز کے بعد تمام ازواج سے ملنے کے لیے تشریف لے جاتے اور ان کے احوال سے آگاہی حاصل کرتے۔ چند دنوں سے آپ ﷺ سیدہ زینب بنت جحشؓ کے یہاں دیگر ازواج کے مقابلہ میں قدرے زیادہ ٹھہرنے لگے تھے، اس سے مجھے بڑی فکر لاحق ہوئی اور بڑا غصہ بھی آیا، میں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ زینب کو ان کے قبیلہ کی کسی خاتون نے شہد بطور ہدیہ بھیجا ہے، جس سے وہ شربت بنا کر حضور ﷺ کو پلاتی ہے اور اسی کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی ہے۔ پھر میں نے دل میں سوچ لیا کہ: بخدا! میں ضرور اس کے خلاف منصوبہ گھڑوں گی، اور ایسی تدبیر کروں گی کہ حضور ﷺ زینب کے یہاں زیادہ نہ ٹھہر سکے۔ اس کے بعد میں حفصہؓ کے پاس گئی اور کہا کہ: حضور تمہارے یہاں تشریف لائے تو کہنا کہ: میرے سرتاج! آپ کے دہنِ مبارک سے مغافیر (گوند کی ایک قسم ہے، جس کا مزہ میٹھا اور اس کی بو طبع لطیف کے لیے بارِ خاطر ہوتی ہے) کی بو آتی ہے۔ حضور ﷺ فرمائیں گے کہ: "میں نے تو شہد پیا ہے"، پھر تم کہنا کہ: یہ بدبو کیسی؟ لگتا ہے کہ شہد کی مکھی نے کسی مغافیر کے پھول کا رس چوس کر چھتہ بنایا ہوگا اس کا اثر شہد میں ظاہر ہوا ہوگا۔ پھر میرے یہاں آمد ہوگی، تو میں بھی ایسا ہی کہوں گی اور صفیہؓ کے گھر قدم رنجہ ہوں گے تو وہ بھی ایسا ہی کہے گی۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔

جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کے منہ سے

مغافیر کی بدبو محسوس ہو رہی ہے، کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ اس کے بعد حفصہؓ کے یہاں گئے تو اس نے بھی ایسا ہی کہا، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں نے تو شہد پیا ہے۔ حضرت صفیہؓ نے بھی یہی کہا کہ: آپ کے منہ سے مغافیر کی بو محسوس ہو رہی ہے۔ جب بار بار یہ بات دہرائی گئی تو آپ ﷺ کو یقین ہو چلا کہ میرے منہ سے بدبو آ رہی ہے، اور چوں کہ بدبو سے آپ ﷺ کو سخت نفرت تھی، اس پر آپ ﷺ نے ہمیشہ کے لیے شہد نہ کھانے کی قسم اٹھالی۔ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿یاایها النبي لم تحرم ما أحل الله لك تبتغي مرضات أزواجك والله غفور رحيم﴾ اے ہمارے پیغمبر! کیوں حرام کرتے ہوں وہ چیز جو اللہ نے آپ کے واسطے حلال کی ہے (اگر چہ مصلحتاً کسی حلال چیز سے عملاً پرہیز کرنا کوئی ممنوع نہیں جب کہ عقیدتاً انسان حلال چیز کو حلال ہی سمجھتا رہے؛ مگر پھر بھی وہ آنحضرت ﷺ کی شانِ رفیع کے مناسب نہ تھی) (اس لیے سخت لہجے کے ساتھ ارشاد ہوا) چاہتے ہیں آپ اپنی بعض ازواج کی خوشنودی وخوش خلقی (ازواج کی خوشنودی بے شک اچھی چیز ہے؛ لیکن جس حد تک اس کی ضرورت ہو، اگر کسی کی خوشنودی دوسری کے لیے دل شکنی اور رنج کا ذریعہ بنے تو یہ آپ کے مقامِ عالی کے مناسب نہیں) اور اللہ غفور رحیم ہے (وہ اس قسم کی غیر مناسب یا خلافِ اولیٰ باتوں کو درگذر فرماتا ہے اور اپنی رحمت ومہربانی سے نوازتا ہے)۔ (معارف القرآن: ۸/۱۶۶)

## یہ راز کسی کو نہ بتانا

جب آپ ﷺ نے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی اس وقت صرف سیدہ حفصہؓ موجود تھیں، آپ ﷺ نے ان سے یہ بھی فرمایا تھا کہ: یہ بات کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ لیکن حضرت حفصہؓ نے یہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتادی۔ قرآن نے اسی پر تنبیہ کرتے ہوئے اپنے انداز میں یوں کہا:

﴿وإذ أسر النبي إلى بعض أزواجه حديثا فلما نبأت به وأظهره الله عليه عرف بعضه وأعرض عن بعض فلما نبأها به قالت من أنبأك هذا قال نبأني العليم الخبير﴾

ترجمہ: جب نبی نے ایک بیوی کو راز کی بات کہی تو اس نے راز فاش کر دیا، تو اللہ نے وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو آگاہ کر دیا، نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا: تو اس نے کہا کہ: آپ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا کہ: مجھے اللہ علیم وخبیر نے بتا دیا ہے، اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں وہ چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے۔

## دو غیر مستند روایتیں

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین اور اربابِ سیر نے بہت سی روایتیں ذکر کی ہیں۔

ابن جریر وغیرہ نے افشائے راز کے سلسلہ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ کے گھر میں بی بی ماریہ قبطیہ سے خلوت کی، جب ماریہ چلی گئیں تو سیدہ حفصہؓ نے آپ سے عرض کیا کہ: آپ نے جو کچھ کیا وہ میرے حق میں اچھا نہیں کیا اور یہ کہہ کر رونے لگیں، آپ ﷺ نے ان کو منانے کے لیے یہ کہہ دیا کہ: ماریہ مجھ پر حرام ہے، اور فرمایا کہ: یہ راز کسی کو نہ بتانا۔

بالآخر حضرت حفصہؓ نے یہ راز حضرت عائشہؓ کے سامنے فاش کر دیا، اسی پر سورۃ التحریم نازل ہوئی۔ لیکن یہ واقعہ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔

نیز بعض حضرات نے شہد نوش فرمانے کا واقعہ اُمّ المؤمنین حضرت حفصہؓ کے یہاں ذکر کیا ہے جو کہ کسی راوی کا وہم ہے؛ کیوں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کی بنا پر جمہور محدثین نے حضرت زینب کے یہاں شہد نوش فرمانے کے واقعے کو راجح قرار دیا ہے۔ (امہات المؤمنین: ۲۳۵)

# ایک اور نقطۂ نظر

اور بہت سے سیرت نگاروں نے صراحتاً افشائے راز کرنے والی زوجہ میں حضرت حفصہؓ کا نام لیا ہے، اور واقعۂ تحریم بھی ان ہی کے متعلق ہے؛ لیکن سیرت نگار جناب حافظ افروغ حسن صاحب اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں کہ: ''ہمارے خیال میں یہ تمام کوششیں قرآن پاک کے طرز بیان کے تقدس کے منافی ہیں، اس لیے ہم قاضی سلیمان صاحب منصور پوری کی اس فاضلانہ وحکیمانہ رائے سے پوری طرح متفق ہیں کہ جب خدائے واحد نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کی عزت وحرمت کا اتنا پاس ولحاظ کیا کہ نام نہیں لیا، تو ہم کون ہوتے ہیں کہ اس بارے میں جرأت سے کام لے کر نام کی تعیین کرے۔

نیز راز کا کھوج لگانا بھی کسی طرح پسندیدہ نہیں، راز کے افشا پر ہی تو تنبیہ ہورہی ہے اس کے بعد ہمارے لیے اس طرح راز کو طشت از بام کرنا کس طرح مناسب ہوسکتا ہے؟ اگر یہ راز واقعی ہمارے لیے اہم ہوتا تو اللہ رب العزت خود ہی قرآن میں اس کی وضاحت کردیتا۔

# فوائد الحدیث

فائدہ: (۱) حضور ﷺ کا حضرت زینب بنتِ جحشؓ کے یہاں شہد نوش فرمالینے پر ازواج کا یہ کہنا کہ ''اللہ کے رسول! آپ کے دہن معطر سے مغافیر کی بو آتی ہے''، یہ کوئی جھوٹ نہ تھا؛ کیوں کہ شہد کی مکھیاں جس قسم کے پھول یا پھل وغیرہ سے رس چوستی ہیں اس کی بو کا اثر شہد کے اندر موجود ہوا کرتا ہے۔

فائدہ: (۲) حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدتاً

حلال ومباح سمجھتے ہوئے عہد کرلیا تھا کہ آئندہ اس کو استعمال نہ کروں گا۔ایسا کرنا اگر کسی مصلحتِ صحیح کی بنا پر ہو تو شرعاً جائز ہے؛مگر حضور ﷺ کی شانِ رفیع کے مناسب نہ تھا کہ بعض ازواج کی خوشنودی کے لیے اس طرح کا اسوہ قائم کریں جو آئندہ امت کے حق میں تنگی کا موجب ہو،اس لیے حق تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ ازواج کے ساتھ بے شک خوش اخلاقی برتنے کی ضرورت ہے؛مگر اس حد تک ضرورت نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر کے تکلیف اٹھائیں۔ (امہات المؤمنین ۲۳۶)

## مزاج کی تیزی

کتب سیر میں ہے:ایک مرتبہ جب حضرت عمرؓ نے کوئی کام انجام دیا تو بیوی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا:تم نے یہ کام کیوں انجام دیا؟تمھیں اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا؛بلکہ یوں کرنا چاہیے تھا۔حضرت عمرؓ غصہ میں آکر بولے:تجھے کیا پڑی ہے کہ تو میرے کام میں دخل اندازی کرے؟تو ہوتی کون ہے مجھے مشورہ دینے والی؟آئندہ سے کبھی میرے کسی کام میں مداخلت نہ کرنا۔بیوی نے کہا:عمر!بڑے تعجب کی بات ہے، تمہاری بیٹی اپنے خاوند سے تکرار کرتی پھرتی ہے جس کی وجہ سے حضور پورا پورا دن خفا رہتے ہیں،آج اگر میں نے تم سے تکرار کرلی تو اس میں حرج کیا ہے؟

یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ اپنی چادر کندھے پر ڈالے سیدھے سیدہ حفصہؓ کے گھر پہنچے، اور کہا:بیٹی!سنا ہے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے تکرار کی ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ سارا دن غضب ناک رہے؟سیدہ حفصہؓ نے کہا:ابا جان!ہم تو حضور سے بحث وتکرار کر لیتی ہیں،حضرت عمرؓ کہنے لگے:بیٹی!ذرا احتیاط سے کام کیا کرو اور اللہ کی پکڑ سے ڈرو۔سیدہ نے کہا:عائشہ بھی تو حضور کے سامنے ہوجاتی ہے،اگر مجھ سے ایک مرتبہ تکرار ہوگئی تو اس میں حرج کیا ہے؟حضرت عمرؓ نے کہا:بیٹی!میں نے تجھ سے پہلے بھی کہا تھا کہ تو عائشہ کا

مقابلہ نہ کر، اس کو حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر ناز ہے۔ اس قسم کے جملے کہہ کر اس معاملہ کی روک تھام کے لیے حضرت عمرؓ سیدہ ام سلمہؓ کے گھر روانہ ہوئے؛ کیوں کہ حضرت عمرؓ کی حضرت ام سلمہؓ سے قرابت و رشتہ داری بھی تھی، وہ رشتہ میں حضرت عمرؓ کی خالہ لگتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے سیدہ ام سلمہؓ سے اس معاملہ میں گفتگو کی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمانے لگیں: عمر! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ بڑا تعجب ہوتا ہے کہ تم ہر چیز میں دخل اندازی کرتے ہو! اور اب رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے بارے میں بھی دخل اندازی کرنے لگے! یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنجھوڑا۔ جب حضرت عمرؓ نے وہاں بھی یہی ماحول پایا تو وہاں سے روانہ ہو کر گھر لوٹ آئے۔

## طلاق و رجعت

جیسا کہ اوپر گزرا حضرت حفصہؓ اپنے والدِ گرامی کی طرح مزاج کی تند و تیز تھیں، کبھی آپ ﷺ سے تکرار بھی کر لیا کرتی تھیں، ان کی سخت مزاجی کسی وجہ سے ایک مرتبہ کی بات پر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔ جب یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو وہ اپنے سر پر مٹی ڈالتے ہوئے کہنے لگے: اب عمر کے پلے رہ کیا گیا؟ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور نبی کریم ﷺ سے فرمانے لگے کہ: اللہ آپ کو حکم کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب پر شفقت کرتے ہوئے حفصہؓ سے رجوع کر لیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے یہ کہا: "إنها صوامة وقوامة وإنها زوجتك في الجنة" وہ سیدہؓ روزہ دار و شب زندہ دار ہے اور جنت میں آپ کی زوجہ ہوگی۔

جب حضرت عمرؓ اپنی بیٹی حفصہؓ کے گھر تشریف لے گئے، تو سیدہ حفصہؓ رو رہی تھیں، آپؓ نے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟ فرمایا: حضور نے مجھے طلاق دے دی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: رو نہیں، حضور نے میری وجہ سے رجوع فرما لیا ہے، اگر حضور نے

دوسری مرتبہ تجھے طلاق دے دی تو میں تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی، پھر ان کے پاس ان کے دونوں ماموں عثمان بن مظعونؓ اور قدامہ بن مظعونؓ آئے، حضرت حفصہؓ نے ان سے روتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! حضور نے مجھے کسی اکتاہٹ کی وجہ سے طلاق نہیں دی۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے، سیدہ نے آپ کو دیکھ کر پردہ کرلیا، اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: جبرئیل میرے پاس آئے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ آپ حفصہؓ سے رجوع کرلیں؛ اس لیے کہ وہ بہ کثرت روزہ رکھنے والی اور تہجد گزار ہیں، اور وہ جنت میں آپ کی زوجہ ہوں گی۔

## فوائدالحدیث

مذکورہ حدیث سے کئی فوائد کا پتہ چلتا ہے:

(۱) عورت کو گھریلو زندگی میں کوئی ایسا طرزِ عمل اختیار نہیں کرنا چاہیے جس سے اس کا شوہر طلاق دینے پر مجبور ہو جائے۔

(۲) عورت کے طلاق کی وجہ سے اس کے والدین بھی غم کا شکار ہوتے ہیں۔

(۳) والد کو چاہیے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنی بیٹی کو نصیحت کرتا رہے اور شوہر کی خادمہ بنی رہے اس کی تلقین کرتا رہے۔

(۴) اس حدیث سے عنداللہ حضرت عمرؓ کے مقامِ رفیع وعالی کا بھی پتہ چلتا ہے۔

(۵) اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ حفصہؓ نے کثرتِ صیام وقیامِ لیل کو وطیرۂ حیات بنا رکھا تھا۔

## حضور ﷺ کا اپنی ازواج سے ایک ماہ تک علیحدہ ہونا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے اور میرے ایک انصاری پڑوسی نے یہ طے کر

رکھا تھا کہ ہم باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرے، جب میں حضور کے پاس ٹھہرتا تو اس دن جو کچھ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہوتا شام کو انہیں بتا دیتا، اور جب وہ ٹھہرتے تو وہ سارے دن کی کارگزاری میرے گوش گذار کر دیتے۔

ایک دن ان کی باری تھی، شام کو آ کر انہوں نے مجھے خبر دی: عمر! تمہاری غیر موجودگی میں ایک بہت بڑا واقعہ رونما ہوا۔ میں نے جب یہ بات سنی تو ذہن میں یہ بات گردش کرنے لگی کہ شاید غسان کے بادشاہ نے مدینہ پر چڑھائی کے لیے پیش قدمی کر لی ہے؛ کیوں کہ اُس زمانہ میں اکثر و بیشتر اسی نوعیت کی خبریں سننے میں آیا کرتی تھیں، اور یہ اندیشہ بھی جاگزیں ہو چکا تھا کہ کسی بھی وقت میں ہنگامی صورت پیش آ سکتی ہے، میں نے ان انصاری پڑوسی سے پوچھا: "کیا غسان کا بادشاہ حملہ آور ہوا ہے"؟ انہوں نے کہا: اس سے بھی زیادہ ہولناک خبر ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی ہے، اور سیدہ عائشہؓ کے اوپر والے حجرے میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ یہ سن کر میں نے ٹھنڈی سانس لی اور حفصہ کے متعلق کہا: "خابت وخسرت" حفصہ نے اپنا ہی نقصان کیا اور گھاٹے میں پڑ گئی، لگتا ہے کہ یہ صورت حفصہ اور عائشہ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

فجر کی نماز میں نے آپ ﷺ کے پیچھے ادا کی، آپ ﷺ نماز کے بعد فوراً اپنے بالا خانہ میں تشریف لے گئے، یہ دیکھ کر سارے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین غم زدہ ہو گئے، پھر میں حفصہ کے گھر گیا، وہ رو رہی تھی، میں نے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟ کیا حضور نے طلاق دی ہے؟ اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

در اصل قصہ یہ پیش آیا تھا کہ غزوۂ بنی قریظہ و بنی نضیر کے بعد جب ازواجِ مطہراتؓ نے دیکھا کہ لوگ آسودہ حال ہو گئے، تو چاہا کہ ہم بھی آسودہ ہوں اور عیش و آرام کی زندگی بسر کریں، اس لیے ازواجِ مطہراتؓ نے اس بارے میں آں حضرت ﷺ

سے گفتگو کی اور بہ مقتضائے محبت و ناز مزید نان و نفقہ اور زینتِ دنیا کا کچھ مطالبہ کیا اور فی الجملہ متاعِ دنیا کی خواہش کی اور اپنے نفقات میں کچھ زیادتی چاہی، حضور ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری جس کی وجہ سے یہ قسم کھالی کہ ایک مہینہ تک گھر نہیں جاؤں گا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: پھر اس کے بعد میں حضور ﷺ کے بالا خانہ پر پہنچا تو وہاں آپ کے حبشی خادم رباح کو پہرہ دیتے ہوئے پایا، میں نے کہا: حضور سے کہو کہ: دربرسول پر عمر حاضر ہے، آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے، اگر اجازت ہو تو عمر اندر آئے۔ غلام اندر جا کر باہر آیا، اس نے کہا: میں نے آپ کا ذکر کیا مگر حضور خاموش رہے۔ یہ جواب سن کر میں سنانے میں آ گیا، اس کے بعد بھاری قدموں کے ساتھ مسجد آیا، جہاں لوگ بیٹھے رو رہے تھے، طبیعت میں چین نہ تھا۔ پھر سے حضور ﷺ کے پاس آیا، اور خادم نے میرے لیے اجازت طلب کی؛ مگر پھر حضور ﷺ ساکت رہے۔ تیسری مرتبہ بھی یہی ماجرا پیش آیا۔ جب چوتھی مرتبہ آیا تو میں نے بہ آوازِ بلند کہا: میرے لیے حضور سے اجازت لو؛ اس لیے کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا یہی خیال ہوگا کہ میں حفصہ کے لیے آیا ہوں، بہ خدا! اگر آپ مجھے اس کی گردن اڑانے کا حکم دیں گے تو میں ضرور اس حکم کو پورا کروں گا۔ تبھی رباح نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشارہ سے کہا: آ جاؤ! حضور نے آپ کو اجازت دے دی۔

چناں چہ میں اندر داخل ہوا، دونوں جہاں کے سردار اپنے بستر پر آرام فرما تھے، بستر بھی کیسا؟ کوئی مخمل اور روئی کے گدوں سے بنایا ہوا نہیں تھا؛ بلکہ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی تھی جس پر چادر بھی نہ تھی، اور جسدِ اطہر پر اس چٹائی کے نشانات ظاہر تھے، اتنی سادگی دیکھ کر میری آنکھیں ڈبڈبا گئیں، یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے کہا: عمر! کیا ہوا؟ یہ آنسو کیسے؟ میں نے کہا: حضور! یہ کیا بات ہے کہ قیصر و کسریٰ بڑے ٹھاٹھ باٹھ اور تزک و احتشام کے ساتھ زندگی بسر کرے اور آپ کے پاس بچھانے کو چادر بھی نہ ہو،

آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے لیے دنیا میں شان وشوکت اور زیب وزینت ہے اور ہمارے لیے آخرت میں جاہ وجلال ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ: آپ ﷺ نے یوں کہا: اے عمر! ان لوگوں نے اپنی مرغوبات کو اپنی دنیاوی زندگی میں ہی حاصل کرلیا ہے، اب ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

پھر میں نے پوچھا: کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! یہ سن کر میں بہت خوش ہوا، میں نے کہا: میں یہ بشارت تمام مسلمانوں کو سنادوں! آپ نے فرمایا: ہاں! اجازت ہے۔ چناں چہ میں نے وہاں سے مسرّت بھرے جذباتی انداز میں تمام لوگوں کو یہ اطلاع دی اور مدینہ میں خوشی کا ماحول بن گیا۔

جب ۲۹/ دن گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بیویوں کو اختیار دیتے ہوئے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی:

﴿یاأیها النبي قل لأزواجك إن كنتن تردن الحيوة الدنيا وزينتها فتعالين أمتعكن وأسرحكن سراحًا جميلا، وإن كنتن تردن الله ورسوله والدار الآخرة فإن الله أعد للمحسنات منكن أجرا عظيما﴾

اس آیتِ کریمہ میں ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ دو راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کریں، اگر دنیا کی زیب وزینت مرغوب ہے تو آپ ﷺ صاف طور پر کہہ دے کہ میرا تمہارے ساتھ نباہ نہیں ہوسکتا، میں تم کو کپڑا جوڑا دے کر جو مطلّقہ کو دیا جاتا ہے خوبصورتی سے رخصت کردوں۔ اور اگر تم کو دارِ آخرت اور اللہ اور اس کے رسول کی معیّت اور فقر وفاقہ کی زندگی محبوب ہے تو ایسی صورت میں تم رسول کے ساتھ رہ سکتی ہو، اور تم میں سے جو اس کے لیے تیار ہو اس کے لیے اللہ کے یہاں اجرِ عظیم تیار ہے۔

مقصود یہ تھا کہ جو عورتیں نبی کی زوجیت میں ہیں ان کا دل دنیوی زینت کی طرف توجہ والتفات سے پاک ہوجائے، نبی کا جوڑا وہی عورت ہوسکتی ہے جس کا دل دنیائے

فانی کی محبت اور رغبت سے پاک ہو، دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے، اس لیے مناسب نہیں کہ جس کے دل میں دنیا کی محبت کا جزءِ لاتجزیٰ بھی موجود ہو وہ نبی کے گھر میں رہے، دنیا کی زینت سے محبت، اللہ اور اس کے رسول سے بُعد کا سبب ہے۔ ازواجِ مطہرات نے جو زینتِ دنیا کا کچھ مطالبہ کیا اگر چہ وہ حدِ ضرورت اور حدِ جواز میں تھا؛ لیکن نبیٔ اطہر ﷺ کے خاطرِ عاطر کے تکدر کا سبب بنا، اس لیے ازواجِ مطہراتؓ کی فہمائش کے لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ نبی کی بیویوں کے لیے دنیائے حلال کا تصور بھی حلال نہیں، وہ دارآخرت کے تصور کو آبِ طہور اور آبِ زُلال جانیں اور زینتِ دنیا کے تصور اور خیال سے اس آبِ زُلال کو مکدر نہ کریں۔ ان آیات کے نازل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ازواجِ مطہرات دنیا کی محبت سے بالکلیہ پاک اور مطہر ہو جائے اور فقر وفاقہ کی محبت سے ان کے دل معطر ہو جائے۔

جب آیتِ تخییر نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا اور یہ آیتیں پڑھ کر ان کو سنائی، انہوں نے بلا کسی تردد و تامل کے اللہ اور اس کے رسول اور دارآخرت کو اختیار کیا جس سے آپ ﷺ کا ملال جاتا رہا اور چہرہ پر بشاشت آ گئی، اور پھر یکے بعد دیگرے تمام ہی ازواجِ مطہراتؓ نے اسی پہلو کو منتخب فرمایا۔ (معارف القرآن: ۷/۱۴۵)

## سفرِ حج

ام المؤمنین سیدہ حفصہؓ نے ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے موقع سے حضور ﷺ کی معیت میں عمرہ اور حج کی ادائیگی کا شرف حاصل کیا۔

## وفات

ام المؤمنین سیدہ حفصہؓ نے ایک روایت کے مطابق ۴۱ھ میں اور ابنِ سعد کے

بیان کے مطابق امیر معاویہؓ کے عہدِ حکومت میں ۶۳/ سال کی عمر پاکر شعبان ۴۵ ھ میں وفات پائی۔ مدینہ کے گلی کوچوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ "حارسۃ القرآن" کا انتقال ہو چکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: وفات کے وقت بھی وہ روزہ سے تھیں۔ نمازِ جنازہ مدینہ کے گورنر مروان بن حکم نے پڑھائی۔ چارپائی کو کندھا دینے والوں میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ موجود تھے، مدینہ کے قبرستانِ بقیع میں ان کے بھائیوں: حضرت عبداللہؓ اور حضرت عاصمؓ اور بھتیجوں: سالم، حمزہ اور عبداللہ نے انہیں ان کی آخری آرام گاہ میں اتارا۔

اس طرح حرمِ نبوی کی عابدہ، زاہدہ، عالمہ، ادیبہ، حارسۃ القرآن اُم المومنین حضرت حفصہؓ کے جسدِ اطہر کو سپردِ خاک کیا گیا۔ وفات کے وقت اپنے بھائی عبداللہ کو "غابہ" کی جائیداد کی وصیت کی تھی، یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب سیدنا حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی تھی انہوں نے سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مال اور صدقہ کی وصیت کی تھی اور جب سیدہؓ کی وفات ہوئی تو اپنے بھائی کو وہی وصیت کی جو ان کے والد نے کی تھی۔

# فضائل ومناقب

## ایں خانہ ہمہ آفتاب است

سیدہ حفصہؓ کے فضائل کے تو کیا کہنے، جب سے پیدا ہوئی تب سے ہی برکتوں نے ان کو چاند کے ہالے کی طرح گھیر رکھا ہے: جس سال پیدا ہوئی اسی سال کعبہ کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ جس خاندان میں جنم لیا اس خاندان کی مختصر لفظوں میں تعریف بھی برائی معلوم ہوتی ہے۔ ان کے والدِ گرامی کا تعارف قابلِ محتاج نہیں۔ امی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: اگر تم اپنی مجلسوں کو پُرنور اور بارونق بنانا چاہتے ہو تو عمر بن خطابؓ کا تذکرہ کیا کرو۔ سیدہ کی والدہ حضرت زینب بنتِ مظعونؓ، جنت البقیع میں

سب سے پہلے مدفون جلیل القدر صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بہن ہے۔ سیدہؓ کے بھائی عبدالرحمٰن بن عمر کے بارے میں لسانِ رسالت ﷺ گویا ہے: "نعم الرجل عبد الله" عبداللہ بہت اچھے انسان ہیں۔ ان کے چچا زید بن خطابؓ بقول حضرت عمرؓ: زید مجھ سے پہلے اسلام لایا اور مجھ سے پہلے شہید ہوگیا۔ اور نیز یہ بھی فرماتے تھے: جب بھی بادِ صبا چلتی ہے مجھے زید کی بو محسوس ہوتی ہے۔ حق و باطل کا پہلا معرکہ جو ۱۷/ رمضان ۲ھ کو بدر کے میدان میں بپا ہوا جسے قرآن نے "یوم الفرقان" کہا۔ اس میں ایک روایت کے مطابق سیدہ کے سات رشتہ دار حضور ﷺ کے ہمرکاب تھے:

(۱) والد حضرت عمرؓ (۲) شوہر حضرت خنیسؓ (۳) حضرت عثمان بن مظعونؓ (۴) قدامہ بن مظعونؓ (۵) عبداللہ بن مظعون (یہ تینوں سیدہ کے ماموں تھے) (۶) ماموں زاد بھائی سائب بن عبداللہ (۷) اور چچا حضرت زید۔

اور اس غزوۂ بدر میں دوسرا اعزاز سیدہ کی ذات اور خاندان کے لیے یہ بھی تھا کہ غزوۂ بدر میں کفر و شرک کی حمایت میں قریش کے تمام قبیلے شریک ہوئے؛ لیکن علامہ طبریؒ کے بیان کے مطابق قریش کا ایک قبیلہ ایسا تھا جس کا کوئی آدمی اس معرکہ میں شامل نہیں ہوا، وہ تھا بنوعدی یعنی سیدہ کا قبیلہ۔ یہ عظیم فضائل اور انوکھے مناقب شاید ہی کسی صحابی یا صحابیہ میں جمع ہوں۔

## علم کی رسیہ

سیدہ حفصہؓ گفتگو بات چیت اور کردار میں تیز مزاج؛ مگر علم فقہ وفتویٰ میں ممتاز تھیں۔ سیدہ حفصہؓ نے علم وادب کے گہوارے میں نشو ونما پائی تھیں حتیٰ کہ قریش کی فصیح اللسان عورتوں میں آپؓ کا شمار تھا۔ وہ حصولِ علم کی دلدادہ تھی، اور تقویٰ و پرہیزگاری کے بلند مقام پر فائز تھیں، لسانِ جبرئیل سے آپ کے متقی و پرہیزگار ہونے کی شہادت یوں

ملتی ہے: "إنها صوامة وقوامة وهي زوجتك في الجنة" وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور کثرت سے قیام اللیل کرنے والی ہے اور جنت میں بھی آپ کی بیوی ہے۔

آپؓ تحریر و کتابت کا بڑا شوق تھا، اس جذبہ کو ایک عالمہ فاضلہ حضرت شفا بنت عبد اللہ العدویہؓ نے پورا کر دیا۔ ایک دن یہ صحابیہ سیدہ حفصہؓ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا:

"علميها رقية النملة كما علمتها الكتابة"

اسے چیونٹی کا دم سکھلا دو جس طرح تم نے اسے لکھنا سکھایا ہے۔

شیخ ابن تیمیہؒ اپنی کتاب "المنتقی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ: اس حدیث سے عورتوں کو علم کتابت سکھانے کا جواز ملتا ہے۔ اور خطابیؒ فرماتے ہیں کہ: اس میں اس بات کی دلیل ہے عورتوں کے لیے کتابت کا علم سیکھنا مکروہ نہیں۔

## "رقية النملة" کا مطلب

حدیث میں جو "رقية النملة" کا لفظ آیا وہ وضاحت طلب ہے، ذیل میں اس کی وضاحت کے لیے علما کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں:

پہلا قول: "رقية النـمـلة" ایک پھوڑا ہے جو انسان کے پہلو میں نکلتا ہے، آپ ﷺ نے حضرت شفاؓ کو "رقية النملة" سکھانے کا حکم دیا تا کہ جن عورتوں کو پھوڑا پھنسی ہو جائے یہ اس کو ٹھیک کر دے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ: "رقية النملة" ایک ایسا کلام ہے جس کو عرب کی عورتیں بولا کرتی تھیں، ہر سننے والا یہی سمجھتا تھا کہ اس کلام میں نفع ہے نہ کہ نقصان، یہ "رقية النملة" عربوں کے یہاں اس بات میں مشہور تھا کہ وہ نئی نویلی دلہن سے کہا جاتا:

"العروس تحتفل وتختضب وتكتحل وكل شي، تفعل غير أن

لا تعصی الرجل"

دلہن آراستہ ہوسکتی ہے، مہندی لگاسکتی ہے، سرمہ لگاسکتی ہے، سب کچھ کرسکتی ہے؛ مگر اپنے خاوند کی نافرمانی نہیں کرسکتی۔ حضور ﷺ نے سیدہ حفصہؓ سے حضرت شفاؓ کو "رقیۃ النملۃ" اس لیے سکھانے کو کہا کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ وتعریض تھی کہ سیدہ نے جو حضور ﷺ کا راز فاش کردیا جس کو قرآن نے ﴿وإذ أسر النبي إلى بعض أزواجه حديثا﴾ سے بیان کیا جس کا تفصیلی ذکر پچھلے صفحات میں گذر چکا وہ راز فاش نہیں کرنا چاہیے تھا، اور حضور ﷺ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے تھا۔

## امت کی رہنمائی کے لیے سوال

سیدہ حفصہؓ میں معارف وحقائق کو اخذ کرنے کی صلاحیت بہت نمایاں تھی، آپ ﷺ کے فرمودات وارشادات پوری توجہ ودھیان سے سنتیں اوران کو ذہن وقلب میں محفوظ کرلیتیں۔ اگر کسی مسئلہ میں کوئی بات کھٹکتیں تو فوراً اس کے ازالہ کے لیے حضور ﷺ سے بلاتکلف سوال کرلیتیں۔ سوالات کے ذریعہ سیدہؓ نے خوب فیض حاصل کیا چوں کہ خداوندِ قدوس نے جرأت وبے باکی کی صفت سے نواز رکھا تھا اس لیے ارشاداتِ عالی کی وضاحت طلب کرنے میں اورابتداءً سوال کرنے میں کوئی مانع بھی پیش نہیں آتا تھا، چناں چہ بہت سے مواقع پر انہوں نے اپنے سوال کے ذریعہ لسانِ رسالت ﷺ سے صادر ہونے والے احکاماتِ شریعت کی توضیح وتشریح کروائی، اس طرح ان کے واسطے سے امت کو منشائے نبوت کا علم ہوا، اور امت کو راہِ راست کی ہدایت ورہنمائی حاصل ہوئی، چند واقعات ملاحظہ فرمائیے:

ایک مرتبہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: جواہلِ ایمان غزوۂ بدر میں اور بیعتِ رضوان میں شریک رہے وہ جہنم میں نہیں جائیں گے۔ یہ ارشاد سن کر سیدہؓ نے بے ساختہ پوچھ

لیا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ خدا تعالیٰ تو یوں فرماتے ہیں: ﴿وإن منكم إلا واردها﴾ تم میں سے ہر ایک جہنم پر آنے والا ہے۔ آپ ﷺ یہ سن کر کہنے لگے: حفصہ! آگے نہیں دیکھتی، اللہ یہ بھی تو فرماتے ہیں: ﴿ثم ننجي الذين اتقوا ونذر الظالمين فيها جثيا الخ﴾ پھر جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا انہیں تو ہم نجات دے دیں گے الخ۔

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ قربانی کا جانور اپنے ساتھ لے کر گئے تھے جس کی وجہ سے افعالِ عمرہ ادا کرنے کے بعد حضور ﷺ حلال نہیں ہوئے اور جو لوگ ہدی کا جانور ساتھ نہیں لے گئے تھے عمرہ کے افعال کو ادا کر لینے کے بعد آپ ﷺ کے حکم سے انہوں نے احرام کھول دیا اور حلال ہو گئے۔ اُمّ المؤمنین حضرت حفصہؓ نے اس پر عرض کیا: اللہ کے رسول! آخر یہ کیا معاملہ ہے کہ لوگوں نے تو احرام کھول دیا؛ مگر آپ حالتِ احرام ہی میں ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: میں نے ہدی کے جانور کو قلادہ پہنا رکھا ہے اور سر کے بالوں کو بلند کیے ہوئے ہوں: اس لیے میں تو اسی وقت احرام سے نکلوں گا جب حج کے ارکان سے فارغ ہو جاؤں اور جانور کو ذبح کر دوں۔

اسی طرح ایک دن کا واقعہ ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ اور انہوں نے نفلی روزہ رکھا، صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد ان کے پاس بطور ہدیہ کہیں سے کھانے کی کوئی چیز آ گئی، دونوں نے اسے کھا لیا۔ (غالبًا پہلے سے فاقہ رہا ہوگا جیسا کہ عمومًا رہا کرتا تھا، اب جو کھانا سامنے آ گیا تو شدتِ جوع کی وجہ سے بے قراری کی کیفیت پیدا ہو گئی: اس لیے روزے کی نیت کے باوجود اسے کھا لیا۔) عادت شریفہ کے مطابق حضور ﷺ جب ان کے پاس تشریف لائے تو پیش آمدہ مسئلہ کا حکم دریافت کرنے میں حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ پر سبقت کی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے اور عائشہ نے نفلی روزہ رکھا؛ مگر کھانا سامنے آ جانے پر ہم نے افطار کر لیا تو اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں کسی دن اس کی قضا کر لینا۔

## فہم وفراست

سیدہ حفصہؓ بڑی فہیمہ اور ذکیہ تھیں۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد صحابہؓ مسائل کو سلجھانے کے لیے ان کی طرف رجوع فرماتے، خود آپ کے والدِ گرامی امیر المؤمنین حضرت عمرؓ آپؓ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے معمول کے مطابق رات کو گشت کے لیے نکلے، ایک گھر کے دروازہ پر عورت کی آواز سنی جو اپنے خاوند کی جدائی میں عشق ومحبت بھرے اشعار گا رہی تھی اور اشعار میں اپنے جذبات کا اظہار یوں کر رہی تھیں:

تطاول هذا الليل واسود جانبه  وارّقني أن لا حبيب ألاعبه

فلولا حذار الله لا شيء مثله  لزعزع من هذا السرير جوانبه

رات لمبی ہوگئی اور اس کی تاریکی چار سو پھیل گئی اور مجھے اس بات نے بیدار رکھا کہ میرا کوئی یار نہیں جس سے دل لگی کی باتیں کروں، اگر اُس اللہ کا خوف نہ ہوتا جس کے جیسا کوئی نہیں تو اس چارپائی کے اطراف میں ارتعاش پیدا ہو جاتا۔

جب صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اس عورت کو عدالت میں طلب کیا اور کہا: گذشتہ رات تم اچھے جذبات کا اظہار نہیں کر رہی تھی، عورت نے کہا: آپ نے میرے خاوند کو ایک عرصے سے مجھ سے علیحدہ کر رکھا ہے، میں اسے یاد کر رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ اچھا طرز نہیں، اس نے کہا: ہر شادی شدہ عورت کو حق ہے کہ وہ اپنے خاوند کی محبت میں سرشار ہو کر اسے یاد کرے اور معاذ اللہ! میں نے کوئی خلافِ شرع کام نہیں کیا، آپ مجھے اس طرح ڈانٹ رہے ہیں! حضرت عمرؓ نے فرمایا: ذرا صبر سے کام لے، میں ابھی رقعہ لکھ دیتا ہوں، تیرا شوہر جلدی چھٹی لے کر تیرے پاس آجائے گا۔

پھر حضرت عمرؓ گھر تشریف لے گئے اور اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ سے استفسار کیا: بیٹی!

ایک شادی شدہ عورت اپنے خاوند سے کتنے ماہ جدا رہ سکتی ہے؟ یہ سن کر سیدہؓ نے شرم کے مارے سر جھکا لیا اور کچھ جواب نہ دیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: "إن اللہ لا یستحیی من الحق" اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتے۔ پھر حضرت حفصہؓ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: چار ماہ۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ نافذ فرما دیا کہ: کوئی بھی شادی شدہ مرد اپنی بیوی سے چار ماہ سے زیادہ جدا نہ رہے۔

سیدہؓ نے اس معاملہ میں صرف اشارہ پر اکتفا کیا، اپنے والد سے فوراً جواب عرض نہ کیا۔ یہ ازواجِ مطہراتؓ کے ادب اور ان کی حیا کی واضح دلیل ہے؛ اس لیے کہ حیا بھی ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے اور کیسے حیا نہ ہو جب کہ انہوں نے گھرانۂ نبوت میں تربیت پائی تھیں، اور چشمۂ نبوت سے سیراب ہوئی تھیں۔

## اختلاف سے نفرت

اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اختلاف اور اختلاف کا باعث بننے والوں سے سخت نفرت تھی۔ خلیفۂ ثالثؓ سیدہ حضرت عثمان غنیؓ سے عہدِ خلافت میں فتنہ پرور مفسدین نے جب سر اٹھایا تو انہوں نے ان سے نفرت و بیزاری کا اظہار فرمایا اور خلیفۂ ثالث کی مظلومانہ شہادت کے بعد جب خلیفۂ رابع سیدہ حضرت علیؓ اور حضرت امیرِ معاویہؓ کے درمیان اختلاف پیدا ہوا اور صفین کا معرکۂ کارزار گرم ہوا تو اس وقت اُمّ المؤمنین کے حقیقی بھائی مشہور صاحبِ فضل و فضیلت صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے - یہ سمجھ کر کہ یہ فتنہ کی چیز ہے - گوشہ نشینی اختیار کر لینی چاہی تو آپؓ نے ان سے فرمایا: اس معاملہ میں شرکت سے اگرچہ تمہارا کوئی فائدہ نہیں، مگر پھر بھی تم کو شریک رہنا چاہیے! اس لیے کہ لوگوں کو تمہاری رائے کا انتظار ہوگا اور اس کا امکان ہے کہ تمہارا علیحدہ رہنا ان کے درمیان مزید اختلاف پیدا کر دے۔

## دجال سے نفرت وخوف کی وجہ

دجال سے نہایت متنفر اور خائف رہا کرتی تھیں، اور یہ نفرت وخوف اسی بنا پر تھا کہ دجال انتہائی فتنہ پرور اور پورے عالم میں اختلاف وانتشار کا باعث ہوگا، اور اس کے خروج وظہور سے دنیا کا امن وامان غارت ہو جائے گا، اور دنیا فتنوں کی آماجگاہ بن جائے گی۔ حضور ﷺ نے دجال سے متعلق جو علامات بتائی تھیں وہ کافی حد تک ابن صیاد نامی ایک شخص کے اندر موجود تھیں جو مدینہ منورہ یا اس کے قریب کسی گاؤں کا رہنے والا تھا، اس ابن صیاد سے ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مدینہ منورہ کے ایک راستہ پہ ملاقات ہوگئی تو انہوں نے اسے خوب سخت سست کہا! اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ اس قدر مارا کہ ان کی لاٹھی ٹوٹ گئی، اس پر ابن صیاد غصہ کی وجہ سے اس قدر پھولا کہ راستہ بند ہوگیا۔ اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ بہت برہم ہوئیں اور بھائی کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے، آخر تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ کیا تم کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی معلوم نہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''دجال کے خروج کا سبب اس کا غصہ ہوگا''۔

## حارسۃ القرآن

سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک عظیم احسان قیامت تک ہر مسلمان کی گردن پر قرض ہے، جب بھی ہم لوگ قرآن کی آیتیں پڑھتے ہیں تو سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فضل وکمال یاد آتا ہے، وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں قرآن کو محفوظ کر رکھا تھا۔ حضور ﷺ کے زمانے میں جب وقفہ وقفہ سے قرآن نازل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے اپنے قلب میں محفوظ کر لیتے۔ اہلِ عرب کے یہاں کسی بات کو محفوظ کرنے کے

لیے ان کی ذکاوت وذہانت ہی کافی تھی، باوجود ان کی ذہانت وفطانت کے اللہ کے نبی نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اس امر کا بھی انتظام فرمادیا تھا کہ وحی کے ذریعہ جو کلام الٰہی نازل ہوتو اس کو لکھ کر محفوظ کرلیا جاتا۔ یہ اہم خدمت دوسرے اصحاب کے علاوہ سیدہ حفصہؓ کے بھی سپرد تھی، سیدہ لکھنا جانتی تھیں؛اس لیے حضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق نازل شدہ آیات کو لکھ کر اپنے پاس موجود قرآنی نسخے میں درج کرلیتیں۔

رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمالینے کے بعد جب عہدِ صدیقی میں مانعینِ زکوٰۃ اور مرتدین کے خلاف جنگ میں بہت سے حفاظِ قرآن شہید ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے خطرہ محسوس کیا کہ کہیں امتِ مسلمہ اہلِ کتاب کی طرح کتاب الٰہی کی نعمت سے محروم نہ ہوجائے، چناں چہ خلیفۂ رسول حضرت ابوبکرؓ سے کہہ کر اس امر کا اہتمام کروایا کہ قرآن مجید مکمل کتابی صورت میں مدون ہوجائے۔ اس کام کے لیے تمام کتابت شدہ قرآنی اجزا جو مختلف صحابۂ کرامؓ کے پاس موجود تھے جمع کیے گئے، ان نسخوں اور اجزا میں سب سے اہم نسخہ جو سب سے زیادہ مفید وکارآمد ثابت ہوا وہ اُمّ المؤمنین سیدہ حفصہؓ کے پاس تھا، خلیفۂ رسول نے اسے آپؓ سے لے کر اہلِ علم صحابہؓ کی ایک جماعت کے سپرد کردیا، جنہوں نے تمام قرآنی اجزا کو ایک مکمل مصحف کی صورت میں مدون کردیا، بعد میں یہی مکمل ومستند نسخہ تاریخ میں ''مصحفِ صدیقی'' کے نام سے مشہور ہوا۔

عثمانی دور میں عجمیوں کی ایک بڑی تعداد کے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے جب قرآنِ پاک کی کتابت، املا، تلفظ اور تلاوت میں اختلاف کی صورتیں سامنے آئیں تو خلیفۂ وقت نے سیدہ حفصہؓ کے پاس موجود نسخۂ قرآن کی نقل کرواکر اپنی مہر کے ساتھ مملکت کے مختلف شہروں میں بھیجا؛ تاکہ پوری امت قرآن کے املا اور تلفظ کے معاملہ میں ہر قسم کے اختلاف وانتشار سے پوری طرح محفوظ ومامون ہوجائے۔ اس طرح کلام اللہ کی ترتیب وتدوین اور اس کی حفاظت کے سلسلہ میں اُمّ المؤمنین سیدہ حفصہؓ کا تاریخی کردار رہا۔

## حافظہ وقاریہ

آپؓ قرآنِ کریم کی حافظہ بھی تھیں، اور حضور اقدس ﷺ کے طرز پر قرآنِ کریم کے پڑھنے کی صلاحیت رکھتی تھیں، چناں چہ حضرت نافع کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے حضور ﷺ کی قراءت اور طرز کے بارے میں حضرت حفصہؓ سے سوال کیا تو فرمایا کہ: تم لوگ آپ ﷺ کے طرز پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے، عرض کیا گیا کہ: بتا تو دیجئے! اس پر آپؓ نے سورۂ فاتحہ کو ترتیل کے ساتھ پڑھ کر دکھایا اور بتایا: راوی کا بیان ہے کہ ﴿الحمد لله رب العالمين﴾ پر وقف کیا، پھر ﴿الرحمن الرحيم﴾ پر، پھر ﴿مالك يوم الدين﴾ پر، اسی طرح پوری سورہ پڑھ کر سنائی۔

## سیدہؓ کی فصاحت وبلاغت

حضرت حفصہؓ نے علم وادب کے گہوارے میں نشو ونما پائی تھی، قریش کی فصیح اللسان عورتوں میں آپؓ کا شمار ہوتا تھا، جب آپؓ محوِ گفتگو ہوتیں تو دہنِ معطر سے پھول جھڑتے، ہر لفظ معنوں کا مخزن، ہر کلمہ حقائق سے لبریز، دلکش انداز، بلیغ اسلوب اور شستہ زبان کا ملکہ ودیعت کر دیا گیا تھا۔ جب سیدنا عمرؓ شہادت سے پہلے زخمی ہو کر بستر پر لیٹے ہوئے موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے، اس نازک ترین موقع پر سیدہؓ نے جو کلمات اور بیانیہ انداز میں ادا کیے تھے اسے ہم مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتے ہیں:

"يَا أَبَتَاه! مَا يَحْزُنُكَ وَفَادَتُكَ عَلَى رَبٍّ رَحِيمٍ وَلَاتَبِعَةَ لِأَحَدٍ عِنْدَكَ، وَمَعِيَ لَكَ بِشَارَةٌ لَا أُذِيعُ السِّرَّ مَرَّتَيْنِ، وَنِعْمَ الشَّفِيعُ لَكَ الْعَدْلُ، لَمْ تَخَفْ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ خَشْيَةَ عِيشَتِكَ وَعَفَافَ نَهْمَتِكَ وَأَخْذَكَ بِأَكْظَامِ الْمُشْرِكِينَ وَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ".

اے میرے ابا جان! مہربان پروردگار کی خدمت میں حاضری پر غم نہ کھائیے گا، کسی کا آپ پر کوئی بوجھ نہیں، اور میرے پاس آپ کے لیے ایک بشارت ہے جو ایک راز ہے اور میں اسے دوبارہ بیان نہ کروں گی، انصاف پرور ہستی آپ کی سفارشی بنے گی، آپ کی یہ پُر مشقت زندگی، پاکیزہ حاجت، آپ کا مشرکین اور زمین میں فساد پھیلانے والوں کو گرفتار کرنا اللہ پر مخفی نہیں ہے۔

اور ان کی وفات پر سیدہ نے خطبہ دیا تھا وہ بھی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ایک شاہکار تھا، فرماتی ہیں:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَانَظِيْرَ لَهُ وَالفَرْدُ الَّذِيْ لا شَرِيْكَ لَهُ، أَمَّا بَعْدُ! فَكُلَّ العَجَب مِنْ قَوْمٍ زَيَّنَ الشَّيْطَانُ أَفْعَالَهُمْ وَنَصَبَ حَبَائِلَه لِخَتْلِهِمْ حَتّٰى هَمَّ عَدُوُّ اللّٰهِ بِإِحْيَاءِ البِدْعَةِ وَنَبْشِ الفِطْنَةِ وَتَجْدِيْدِ الجَوْرِ بَعْدَ دُرُوْسِهِ وَإِظْهَارِهِ بَعْدَ دُثُوْرِهِ وَإِرَاقَةِ الدِّمَاءِ وَإِبَاحَةِ الحِمٰى وَانْتِهَاكِ مَحَارِمِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بَعْدَ تَحْصِيْنِهَا فَأَضْرٰى وَهَاجَ وَتَوَغَّرَ وَثَارَ غَضَبًا لِلّٰهِ وَنصره لِدِيْنِ اللّٰهِ فَأَخْسَأَ الشَّيْطَانَ وَكَفَّ إِرَادَتَه وَأَصْعَرَ خَدَّهُ لسبقه إِلٰى مُشَايَعَتِهِ أَوْلَى النَّاسِ بِخِلَافَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ المَاضِيْ عَلٰى سننه المُقْتَدى بِدِيْنِه المُقْتَصِّ لِأَثَرِه فَلَمْ يَزَلْ سِرَاجُهُ زَاهِدًا وَضَوْءُهُ لَامِعًا وَنُوْرُهُ سَاطِعًا لَهُ مِنَ الأَفْعَالِ الغرر وَمِنَ التَّقَدُّمِ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ إِلٰى أَنْ قَبَضَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ قاليا لِمَا خَرَجَ مِنْهُ"۔

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کی کوئی نظیر نہیں، جو منفرد ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، حمد و ثنا کے بعد! اس قوم پر بہت تعجب ہے جس کے لیے شیطان نے ان کے کام مزین کر رکھے ہیں، ان کا شکار کرنے کے لیے پھندے اور جال لگا رکھے ہیں، اس رب کے دشمن نے بدعت کو زندہ کرنے کا ارادہ کیا، فتنے کو ابھارنے، ظلم مٹنے کے بعد پھر اسے ایجاد کرنے، ظلم و ستم کے خاتمے کے بعد اسے از سرِ نو جلا بخشنے، خون بہانے،

ممنوع کو جائز سمجھے، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کرنے، اور محرماتِ الٰہی کے تحفظ کے بعد پھران کو پامال کرنے کا ارادہ کیا، تو اس کے مقابلے میں اللہ کا یہ بندہ جوش میں غضب ناک ہوکر اٹھ کھڑا ہوا، دینِ الٰہی کی حدود کے لیے مستعد ہوگیا، شیطان کو رسوا کردیا، اس کے ارادے کو خاک میں ملا دیا، اس کا رخ موڑ دیا؛ کیوں کہ اب وہ اس خلیفۂ اول کی الوداعی کے بعد مسندِ خلافت کو سنبھال رہا تھا، سنن پیغمبر ﷺ پر گامزن، ان کے دین کی اقتدا میں اور ان ہی کے نقشِ قدم پر چل رہا تھا، ان کا چراغ جلتا رہا، روشنی ہر سو پھیلتی رہی، اور نورانی کرنیں جگمگاتی رہیں، ان کے افعال روشن سنہرا چہرے لیے ہوتے تھے اور وہ اطاعتِ ربانیہ میں پیش قدمی ہی کرتا رہا تا آں کہ داعیٔ اجل کے ذریعہ باری تعالیٰ نے ان کو دارِ فانی سے بلا لیا اور وہ فوت ہونے والا بھی جس دنیا کو الوداع کہہ رہا تھا اس سے بےزار ہی تھا۔

## مرویات

ازواجِ مطہرات کی زندگی کا ایک اہم مشن یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ سے علوم ومعارف اور عقائد ومسائل اخذ کرکے امت تک پہنچائیں، اس مشن میں بھی سیدہ حفصہؓ نہایت کامیاب وبامراد رہیں، آپؓ سے کل ساٹھ احادیث مروی ہیں جن میں سے پانچ صحیح بخاری میں موجود ہیں۔

## شاگردان

ام المومنین حضرت حفصہؓ کا دامنِ مراد جسمانی اولاد سے اگرچہ خالی رہا، مگر معنوی اور روحانی اولادوں اور یادگاروں سے قیامت تک پُر رہے گا، جن حضراتِ اصحابِ علم وفضل نے بہ راہِ راست ان کے کسب فیض کیا ان کی تعداد کثیر ہے، مشہور تلامذہ اور

مخصوص مستفیدین کے اسما مندرجۂ ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ اُمّ المؤمنین کے حقیقی بھائی تھے، حضرت حمزہ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے، صفیہ بنتِ ابوعبید، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بیوی، حارثہ بن وہیب، مطلب بن ابی وداعہ، ام مبشر انصاریہ، عبدالرحمٰن بن صفوان بن امیہ، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام وغیرہم۔

یہ تمام حضرات آسمانِ علم و فضل کے تابندہ ستارے ہیں۔

## سیدہ حفصہؓ اور دیگر امہات المؤمنین

پہلے گذر چکا کہ جب سیدہ حفصہؓ کا عقد ہوا تو اس وقت حرمِ نبوی میں سیدہ عائشہؓ اور سیدہ سودہؓ تھیں، حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کے درمیان نوجوان ہونے اور دونوں کے والد حضور کے عزیز ہونے کی وجہ سے ہلکی سی چپقلش رہی؛ لیکن خاندان کے اعتبار سے دونوں قریش سے ہونے کی وجہ سے اکثر باہم مل کر رہا کرتی تھیں۔ ازواجِ مطہرات اور امہات المؤمنین سے ایسی باتیں سرزد ہونا ایک فطری چیز ہے، اسے گناہ نہ سمجھنا چاہیے؛ کیوں کہ جب ایک شوہر کی کئی بیویاں ہوں تو ان میں کی ہر ایک اپنے شوہر کی سب سے زیادہ محبوب بننے کی متمنی ہوتی ہیں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ امی عائشہؓ خود بیان فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، میں آپ ﷺ کے لیے کھانا تیار کرنے لگی، اور حفصہ بھی آپ ﷺ کے لیے کھانا تیار کرنے لگی، حفصہ مجھ سے سبقت لے گئی، میں نے اپنی خادمہ سے کہا: جا کر حفصہ کا پیالہ الٹ دے۔ حفصہ حضور کے سامنے پیالہ رکھنے کے قریب تھی کہ اس نے پیالہ الٹ دیا، کھانا زمین پر پھیل گیا، حضور ﷺ نے منتشر کھانا جمع کر کے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ: تمہاری ماں کو غیرت آ گئی۔ پھر میں نے سرکار ﷺ کے

حکم سے اپنا پیالہ دیا تو حضور ﷺ نے اس پیالے میں کچھ کھانا رکھ کر حفصہ کے گھر بھیج دیا اور کہا: اپنے پیالے کے بدلے یہ پیالہ لے لو اور جو کچھ ہے اس میں سے کھاؤ۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدہ حفصہؓ اور سیدہ عائشہؓ کے درمیان پیش آیا، حضور ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی غزوے میں تشریف لے جاتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے اور جس کا نام نکل آتا اسی کو ہمراہ لے جاتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے ہمراہ لیا اور محوِ سفر ہوئے، آپ ﷺ کی سواری کے ساتھ ساتھ امی عائشہؓ کی سواری ہوتی، اور رات کے وقت آپ سیدہ عائشہؓ سے گفتگو فرماتے رہتے۔ یہ دیکھ کر سیدہ حفصہؓ اندر ہی اندر کڑھنے لگی، انہوں نے موقع پاکر حضرت عائشہؓ سے کہا: آج سے تم میری سواری پر سوار ہونا اور میں تمہاری سواری پر سوار ہوں گی: تاکہ مختلف مناظر سامنے آئے۔ سیدہ عائشہؓ اس کے لیے راضی ہوگئیں، جب حضور ﷺ اپنی سواری پر تشریف لائے تو ہودج میں سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پایا، چناں چہ آپ ﷺ ان ہی سے گفتگو کرنے لگے، اور سیدہ عائشہؓ پورے راستے حضور ﷺ کو ساتھ نہ پاکر سخت برہم ہوئیں یہاں تک کہ پڑاؤ کے موقع سے غصہ کے مارے اپنے پیر اذخر نامی گھاس میں رکھ کر کہنے لگیں: خداوندا! مجھ پر کسی سانپ یا بچھو کو مسلط کردے جو مجھے ڈس جائے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ: حضور ﷺ گھر تشریف لائے، دیکھا کہ صفیہؓ رو رہی ہے، رونے کی وجہ پوچھی: تو حضرت صفیہؓ نے کہا: حفصہ مجھے یہودی کی بیٹی کہتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: حفصہ! خدا سے ڈر! پھر حضرت صفیہؓ کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: ''تم نبی کی بیٹی ہو، تمہارے چچا پیغمبر ہے اور تم پیغمبر کے نکاح میں ہو، حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم پر کس بات میں فخر کرسکتی ہے؟

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ سے کہا کہ:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تم سے زیادہ معزز ہیں، ہم آپ کی بیوی بھی ہیں اور چچا زاد بہن بھی، حضرت صفیہؓ کو ناگوار گذرا، انہوں نے حضور ﷺ سے اس کی شکایت کی، تو آپ نے فرمایا: تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ: تم مجھ سے زیادہ کیوں کر معزز ہوسکتی ہو؟ میرے شوہر محمد ﷺ، میرے والد ہارون علیہ السلام اور میرے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

حضرت حفصہؓ کا تمام ازواجِ مطہرات کے درمیان بڑا مقام تھا، امی عائشہؓ ان کے متعلق فرماتی ہیں کہ: وہی حضور کی ازواج میں سے میرے مقابل ہوجایا کرتی تھیں۔ آپؓ کے فضل وکمال کے لیے سیدہ عائشہؓ کا یہ تاریخی جملہ کافی ہے جو انہوں نے آپؓ کی شانِ عالی میں کہا تھا: "إنها ابنة أبيها" وہ تو اپنے باپ کی بیٹی ہے۔

## خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رُلایا

جب شام اور عراق مسلمانوں کے زیرِ نگیں آگئے اور فتوحات کا دائرہ وسیع ہوگیا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کو اپنی پرانی روش سے ہٹ کر نیا طرز اختیار کرنا چاہیے، اور پیوند لگے ہوئے کپڑوں کو ترک کر کے عمدہ لباس زیب تن کرنا چاہیے؛ لیکن یہ بات ان تک کون پہنچائے؟ چناں چہ صحابہؓ نے اس کام کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو موزوں پایا۔

دیگر صحابہؓ کے اصرار پر یہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس گئیں، سیدہ عائشہؓ فرمانے لگیں: امیر المؤمنین! قیصر وکسریٰ آپ کے ہاتھوں فتح ہوچکے ہیں، آپ کی سلطنت چہار دانگ عالم میں پھیل چکی ہے، اب آپ کو پرانے کپڑوں کو ترک کر کے عمدہ پوشاک پہننی چاہیے اور اپنے ہمراہ خادم بھی رکھنا چاہیے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا رزق کشادہ کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کا رنگ بدل گیا، کہنے لگے: تمہیں کس نے میرے

پاس بھیجا؟ مجھے ان کے نام بتاؤ، میں اپنے کوڑے سے ان کی خبرلوں گا! یہ سن کر دونوں چپکی رہ گئیں، پھر حضرت عمرؓ اپنی بیٹی سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے: حفصہ! کیا تو بھول گئی، میرے حبیب کے پاس صرف ایک جوڑا پہننے کو تھا وہ خود دھوتے اور سکھا کر پہن لیتے۔ تجھے یاد ہے نا! بلال اذان دے کر گھر تشریف لائے اور کہا کہ: اے اللہ کے رسول! نماز کا وقت ہو چکا ہے، آپ جلد تشریف لائیے، میرے نبی نے کہا تھا: بلال! ذرا ٹھہرو! میرے کپڑے گیلے ہیں، انہیں سوکھ جانے دو۔ بیٹی! تو بھول گئی! میرے حبیب کے گھر میں مہینے میں صرف ایک مرتبہ گوشت پکتا تھا۔ کیا تجھے میرے نبی کی تنگیٔ عیش یاد نہیں! کیا تیرے سامنے میرے نبی کی زندگی اوجھل ہو چکی ہے کہ تو مجھے عمدہ پوشاک اور لذیذ کھانے پر ابھار رہی ہے۔ خدا کی قسم! جب تک مجھ سے ہو سکے گا میں حضور اور ابوبکر نے جس تنگی وعسرت کے ساتھ زندگی گذاری ہے ان میں اپنے آپ کو شریک کرتا رہوں گا! تاکہ میں بھی مرنے کے بعد جس طرح وہ خوشحالی کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں اس میں شریک ہو جاؤں۔ (سو من سیر الصحابیات: ۱۱۶؍ نساء مبشرات بالجنۃ: ۳۳۵)

## اخلاق

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اخلاقی پایہ نہایت بلند تھا، تازندگی صائم النہار اور قائم اللیل رہیں، جب رات کو تاریکی چھا جاتی اور دنیا اپنے بستروں پر میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہی ہوتی اس وقت یہ نماز کی نیت باندھ کر اپنے معبودِ حقیقی کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول رہتیں۔ ابنِ سعد کی روایت کے مطابق انتقال کے وقت بھی وہ روزہ سے تھیں۔

## خلاصۂ کلام

یہ تھے سیدہ حفصہؓ کے احوالِ زندگی، جس کے ہر ہر موڑ پر امت کے لیے رہنما

خطوط موجود ہیں، ضرورت ہے اس بات کی کہ ان کو اپنا اسوہ ونمونہ بنا کر ان کی سی زندگی گذاری جائے اور ان کے نقوشِ قدم پر چل کر منزل تک پہنچا جائے۔

## مراجع ومصادر


(۱) آسان ترجمۂ قرآن — (۲) معارف القرآن

(۳) امہات المؤمنین — (۴) نساء مبشرات بالجنۃ

(۵) سیر الصحابیات — (۶) ام المؤمنین حفصہ بنت عمرؓ

(۷) ازواج مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا — (۸) طبقات ابن سعد

(۹) رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں — (۱۰) عشرہ مبشرہ

(۱۱) ازواج مطہرات — (۱۲) اتجمع محیا تک

(۱۳) صور من سیر الصحابیات — (۱۴) تذکار صحابیات

(۱۵) سیرت امہات المؤمنین — (۱۶)(۴) امت مسلمہ کی مائیں

(۱۷) صحابیات مبشرات — (۱۸) نساء حول الرسول ﷺ

(۱۹) صحابیات — (۱۰) خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات